دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

جلد: ۱۰۹	شعبان المعظم-رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مطابق فروری-مارچ ۲۰۲۵ء	شمارہ: ۲-۳

نگراں	مدیر
حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی	مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری
مہتمم دارالعلوم دیوبند	استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند-۲۴۷۵۵۴ یوپی

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
https://darululoom-deoband.com/urdumagazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

DARUL ULOOM Monthly (Urdu)
R. N. I. No.: 2133/57
Vol. No. 109, Issue No. 2-3,Feb.-March. 2025 फरवरी-मार्च 2025
Published by Maulana Abul-Qasim Numani
Printed by Maulana Abul-Qasim Numani
Editor :- Maulana Mohammad Salman Bijnori
On Behalf of Darul Uloom Grush.
Place of Publication :- Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at: Mukhtar Printing Press Mohalla Bar Ziyaul Haq
Talehari Chungi. Deoband, Saharanpur. U.P.

Rs. 30/=	Annual Subscription Rs. 300/=

Annual by Regd Post. Rs. 700/=

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۵۰۰ روپے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۸۰۰ روپے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۸۰۰ روپے

فہرست مضامین

حرف آغاز		محمد سلمان بجنوری	۳
اسوۂ نبوی	رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تادیب وتربیت	مفتی شکیل منصور القاسمی	۴
//	نبی اکرم ﷺ کے خواب: وحی ورہنمائی کا سرچشمہ	مولانا محمد راشد شفیع	۲۲
تذکار صحابہ	حضرت سلمان فارسیؓ مجوسیت سے اسلام تک...	مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری	۲۷
تحقیقی مقالات	علامہ شامی اوران کی کتاب ردالمحتار ایک تحقیقی دراسہ	مفتی محمد مصعب قاسمی	۳۲
//	اصول کرخی کے تین قواعد کی تشریح	مفتی محمد طارق محمود	۳۹
//	اسلام اور مصنوعی ذہانت ایک تحقیقی جائزہ	مولانا محمد راشد وحید قاسمی	۴۷
اصلاح ورہنمائی	اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے نقصانات	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	۶۱
//	عورت کا مقام- تاریخ عالم اور اسلام کے تناظر میں	مولانا محمد توقیر رحمانی	۷۰
ذکر رفتگاں	مولانا ولی الحق صدیقی افغانی کی رحلت	مولانا شاہ اجمل فاروق ندوی	۷۵
قواعد داخلہ	....	....	۷۹

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- ایک سال کے لیے اگر بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں تو =/700 روانہ فرمائیں۔
- ہندوستان و پاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

محمد سلمان بجنوری

رمضان کا مبارک مہینہ سایہ فگن ہے، جو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی روشنی میں مسلمانوں کے لیے اللہ رب العزت کے تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے، یہ مبارک مہینہ اپنے دامن میں رحمتوں اور برکتوں کا ایک جہان لے کر آتا ہے اور اہل ایمان میں تقسیم کردیتا ہے۔ اس مبارک مہینہ کے لمحات وساعات کو جو لوگ صحیح طور پر استعمال کرلیتے ہیں، یہ ان کے لیے آنے والے پورے سال کے حالات صحیح ہونے کی بشارت بن جاتا ہے اور ان کے پورے سال کے تمام اعمال ومعاملات میں اس کی برکات جلوہ گر رہتی ہیں۔ اس سلسلے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات (دفتر اوّل مکتوب ۱۶۲) کا یہ اقتباس قابل مطالعہ ہے، حضرت مجددؒ اپنے مخصوص عارفانہ انداز کی تمہید کے بعد فرماتے ہیں:

''پس اس ماہ مبارک کی تمام خیرات وبرکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہیں جن کی جامع شان کلام ربانی ہے اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقت کا حاصل ہے؛ لہٰذا اس ماہ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ مناسبت کلی حاصل ہے، کیوں کہ قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے اور یہ مہینہ جامع جمیع خیرات یعنی تمام نیکیوں کا جامع ہے جو کہ ان کمالات کے نتائج وثمرات ہیں اور یہی مناسبت اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے نزول کا باعث ہوئی، **شهر رمضان الذی أنزل فیه القرآن**، اور شب قدر جو اسی ماہ کا خلاصہ اور لُبّ لباب ہے، اس کا مغز ہے اور یہ مہینہ اس کے پوست کے مانند ہے، پس جو شخص اس مہینہ کو جامعیت کے ساتھ گزارے گا، وہ اس کی تمام خیر وبرکت سے مالا مال ہوگا اور تمام سال جمعیت (واطمینان) سے گزارے گا اور خیر وبرکات کے ساتھ بہرہ ور ہوتا رہے گا۔

رمضان المبارک کی تاثیر ونافعیت کے اس پہلو کو سامنے رکھ کر ہم سب کو چاہیے کہ رمضان کے تمام مبارک لمحات وساعات کو پوری ترتیب اور احساس ذمہ داری کے ساتھ گزاریں تاکہ ہمیں پورے سال اس کی برکات حاصل ہوتی رہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تادیب وتربیت

(۲/۲)

بہ قلم: مفتی شکیل منصور القاسمی

(۵) بچوں کا حق تعلیم

اسلام نے علم کے حصول کی بڑی تاکید کی ہے اور اسے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' (سنن ابن ماجہ 220)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يا أيها الذين آمنوا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (التحريم:6)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر وتشریح میں فرمایا کہ: ''عَلِّموهم وادِّبوهم'' جہنم کی آگ سے خود کو اور گھر والوں کو بچانے کا مطلب یہ ہے کہ (اپنی اولاد) کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ! (تفسیر الطبری 12 /157)، وتفسیر ابن کثیر 8 /188).

فقہاء کرام نے لکھا ہے:

''ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔''

آپ صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

۱- ''کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھا دے۔'' (سنن ترمذی 1952)

یعنی اچھی تربیت کرنا اور اچھے آداب سکھانا اولاد کے لیے سب سے بہترین عطیہ ہے۔

۲- ''حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! والدین کے حقوق تو ہم نے جان لیے، اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ

اس کا نام اچھا رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے‘‘(شعب الإیمان للبیہقی: 8291)۔

۳-’’یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار ورکھوالا ہے، اُنہیں ضائع کردے۔‘‘ (المستدرك على الصحيحين 8621)۔

۴-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:’’اپنی اولاد کوادب سکھلاؤ، قیامت کے دن تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اسے کیا ادب سکھلایا؟ اور کس علم کی تعلیم دی؟۔‘‘(تحفۃ المودود باحکام المولود: ابن القیم: ص ۱۷۷)

(۶) کھیل کوداور تفریحِ طبع کا حق

اسلام نے اخلاقی وشرعی حدود میں رہ کر بچوں کے لیے پاک وبامقصد کھیل کود، زندہ دلی، خوش مزاجی اور تفریح کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی ہے؛ بلکہ بعض اوقات بعض مفید کھیلوں کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔متعدد احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے،ان کے ساتھ کھیلتے تھے اور بچوں کے لیے کھیل کے حق کے ضامن تھے:

۱-سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہٴ اسلم کی ایک جماعت سے گزرے جو تیر اندازی میں مقابلہ کررہی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’اے بنو اسماعیل! تیر اندازی کیے جاؤ؛ کیونکہ تمہارے بزرگ دادا بھی تیر انداز تھے اور میں بنوفلاں کے ساتھ ہوں‘‘۔راوی نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی دوسرے فریق نے تیر اندازی بند کردی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’کیا بات ہوئی،تم لوگ تیر کیوں نہیں چلاتے؟‘‘انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب آپ فریق مقابل کے ساتھ ہو گئے تو اب ہم کس طرح تیر چلا سکتے ہیں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’مقابلہ جاری رکھو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔‘‘(صحیح البخاری 3373)

۲-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ کی گود میں کھیل رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ حضور نے فرمایا: میں ان سے محبت کیسے نہ کروں؛ جب کہ وہ دنیا میں میری خوشبو ہیں۔(معجم کبیر للطبرانی، سیر اعلام النبلا، للذہبی 3/ 280)

۳-براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ اپنے کندھے پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے:"اللّٰهم إني أحبه فاحبه" "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما!‘‘(سنن ترمذی 3783)

۴-حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں اخلاق کے

سب سے اچھے تھے، آپ نے ایک دن مجھے کسی کام سے بھیجا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا؛ حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جس کام کا حکم دیا ہے میں اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ تو میں چلا گیا حتیٰ کہ میں چند لڑکوں کے پاس سے گزرا، وہ بازار میں کھیل رہے تھے، پھر اچانک (میں نے دیکھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی سے مجھے پکڑ لیا، میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اے چھوٹے انس! کیا تم وہاں گئے تھے جہاں (جانے کو) میں نے کہا تھا؟'' میں نے کہا جی! ہاں، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جا رہا ہوں۔ (صحیح مسلم 6015)

۵-سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''میں گڑیوں کے ساتھ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں، تو جب آپ آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈر کر میری سہیلیاں چھپ جاتیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں میری طرف بھیج دیتے تو وہ دوبارہ میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔'' (بخاری: 6130، مسلم: 2440)

(۷) ہدیہ میں بچوں کا حق عدل ومساواۃ

جمہور ائمہ کے یہاں اولاد کے مابین عطایا و ہبہ میں کمی بیشی اگرچہ مصلحت واعذار کے وقت جائز ومباح ہے؛ لیکن بلا وجہ شرعی وبلا وجہ معقول ترجیح وتفاضل، اولاد اور والد کے درمیان بغض وعداوت اور نفرت وکدورت کا باعث بنتا ہے؛ اس لیے اولاد کے مابین تفاضل وترجیح پر مبنی تقسیم، غیر عادلانہ ہوگی اور مزاجِ نبوت سے ہم آہنگ نہیں ہوگی، ایک مومن اور عاشق نبی کو ہر عمل میں ''مزاج یار'' کی رعایت ولحاظ ضروری ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہنے لگے: میں نے اپنا غلام اپنے اس بیٹے کو دے دیا ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا آپ نے اپنے سب بچوں کو اسی طرح دیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: نہیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: آپ اس سے وہ غلام واپس لے لیں۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (2586) صحیح مسلم حدیث نمبر (1623)۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

نعمان بشیر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھ پر اپنا کچھ مال صدقہ کیا تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ کہنے لگیں کہ میں اس پر اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی؛ جب تک آپ

اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنادیں، تو میرے والد نبی مکرم صلی اللہ علیہ کے پاس گئے؛ تا کہ انھیں میرے صدقہ پر گواہ بناسکیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا:

کیا تو نے اپنی ساری اولاد کے ساتھ ایسے ہی کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب نفی میں دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اللہ تعالی سے ڈرو اور اپنی اولاد کے بابین عدل وانصاف سے کام لو، میرے والد نے واپس آکر وہ صدقہ واپس لے لیا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2587) وصحیح مسلم حدیث نمبر (1623)۔

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بشیر کیا اس کے علاوہ اور بھی آپ کے بچے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

کیا آپ نے ان سب کو بھی اسی طرح مال ھبہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: نہیں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے گواہ نہ بناؤ؛ کیونکہ میں ظلم وجور پر گواہ نہیں بنتا۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (1623)۔

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بلاشرعی سبب (مثلاً ورع وتقوی) یا معقول وجہ (مثلاً احتیاج، غربت ومعاشی کمزوری وغیرہ) کے، اولاد میں سے بعض کو بعض پہ ترجیح دینا، تفاضل اور کمی بیشی کرنا ناپسندیدہ عمل اور غیر منصفانہ تقسیم ہے۔

ماں باپ پر بچوں کے حقوق

اولاد خدا تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمت اور دولت ہے جس کے لیے انبیاء کرام تک نے دعائیں کی ہیں، جسے اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت اور متاع گراں مایہ سے سرفراز کرے اسے اس بات پر شکر گزار ہونا چاہیے کہ اب اس کی نسل کی توحید، عبادات وطاعات سے کرۂ ارضی معمور ہوگا، اس کی اولاد واحفاد کے ذریعے اس کا نام ونشان اور یادواثر آگے بڑھے گا، پیدائش کے بعد والد کو چند امور انجام دینے کی ہدایت کی گئی ہے:

(الف) ولادت کے بعد کی آلائشوں کی تطہیر وصفائی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے اس کے لوح قلب ودماغ میں ایمان کی حقیقت اتاری جائے، ''بپتسمہ'' جیسی عیسائی رسم اور ظاہری رنگ وآہنگ کی قطعی ضرورت نہیں، لوح دماغ پہ نقشِ وحدانیت ورسالت ہی سب سے پکا اور مضبوط اور حسین رنگ ہے، یعنی دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، تاکہ لاشعوری طور ہر بچے کے پردہ سماعت سے سب سے پہلے اللہ کی کبریائی، توحید ورسالت ٹکرائے۔

(ب) کسی نیک، صالح، متبع سنت بزرگ کے منہ میں چبائی ہوئی کھجور یا اس کے لعاب میں ملی

ہوئی کوئی بھی میٹھی چیز مثلاً شہد یا کم از کم کوئی ایسی چیز جو آگ پر پکی ہوئی نہ ہو بچے کے منہ میں ڈال کے اس کے تالو پر مل دی جائے، تاکہ یہ لعاب اس بچے کے پیٹ میں چلا جائے اور اس طرح اس نیک بزرگ کی نیکی کے اثرات اس بچے کے اندر منتقل ہو جائیں۔

(ج) ساتویں روز انبیاء، وصالحین کے نام پر یا کوئی ایسا نام رکھ دے جس سے اللہ کی بندگی ظاہر ہوتی ہو، استطاعت ہو تو ساتویں روز عقیقہ بھی کردے کہ اس سے بچہ عام آفات وبلیات سے محفوظ رہتا ہے۔

(ا) والد پہ عائد ہونے والے بچوں کے حقوق میں سے پہلا حق یہ ہے کہ بچے کی ہونے والی اور اس کی پرورش کرنے والی ماں یعنی والد اپنی بیوی کے انتخاب میں ''دینداری'' کو ترجیح دے، یہ بہت اہم معاملہ ہے؛ کیونکہ اچھی اور دیندار بیوی کا انتخاب دراصل اولاد کی شکل میں قائم ہونے والی عمارت کی بنیاد کی پہلی اینٹ اور اس کا سنگ بنیاد ہے، جس مٹی سے اس کی نسل پیدا ہونے والی ہے وہ شرعاً زرخیز ہو، بنجر اور سنگلاخ زمین برگ وبار نہیں لایا کرتی۔ ارشاد نبوی کا مفہوم ہے کہ اپنی اولاد کے منافع کے پیش نظر بیوی کا انتخاب کرو، یعنی نیک، شریف معزز نسب والی خاتون کو زوجیت میں لاؤ اور ایسی عورت سے نکاح کرو جو نسب، حیثیت، معاش اور دین میں تمہاری ہم پلہ ہو اور اپنی زیر رعایت وکفالت بچیوں کے رشتے میں بھی اس معیار کو ملحوظ رکھو

(تخيَّروا لنُطَفِكم، فانكِحوا الأكفاءَ و اَنكِحوا إليهم (ابن ماجه1968، حاكم 2687، بيهقى14130)

حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یعنی ان عورتوں میں سے انتخاب کرو جو دین دار، نیک اور شریف النسب ہوں، تاکہ عورت زنا کی اولاد میں سے نہ ہو؛ کیونکہ یہ برائی پھر اس کے بچوں میں پھیلتی چلی جائے گی؛ کیونکہ ارشاد باری ہے:

الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (النور:3)

مطلب یہ ہے کہ زانی سے نکاح پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرکہ ہو کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی۔ ایسی بدکار عورت سے وہی مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرک ہو جو اس کی حرمت کا قائل ہی نہ ہو اور اہل ایمان پر یہ کام حرام کردیا گیا ہے۔

نکاح کے باب میں کفاءت کا لحاظ کرنے کے پیچھے بھی یہی مقصد کارفرما ہے کہ طرفین میں نسبی

مماثلت قائم ہواور بدنسل سے شادی کر لینے کی خفت وشرمساری سے حفاظت ہو۔(''شرح سنن ابن ماجہ''1/141)

لہٰذا اچھی اولاد کے حصول کے لیے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ مرد اپنی شریکِ حیات کے انتخاب میں دنیوی مال ومنال، حسب ونسب، اورحسن ظاہر کی طرف تاک جھانک کی بجائے ''شرافت، دینداری اورحسن خلق'' کومعیارِانتخاب بنائے۔

(۲)انبیاء وصلحاء کے نام پر یا دوسرا کوئی اچھااور بامقصد نام رکھے، انٹرنیٹ سے اٹھا کرناپ شناپ نام نہ رکھ دے، دنیا میں بھی لوگ نام سے ہی پکارے جاتے ہیں اورآخرت میں بھی بندہ نام سے پکارا جائے گا، لہٰذا بے تکا،مہمل، اور بے معنی نام نہ رکھے۔

نام کا اثر ذات پر

یہاں خوب اچھی طرح یہ بات ذہن نشیں کرلینے کی ہے کہ نام سے انسان کی صرف شناخت ہی نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ اس سے ''ذی نام'' کے رخ، رجحان،، وجدان، ذہن،فکر،مزاج اورطبیعت کی غمازی اورعکاسی بھی ہوتی ہے۔عربی کا مشہور مقولہ ہے ''کل اناء یترشح بما فیه'' (جس برتن میں جو چیز ہوتی ہےاس سے وہی چیز ٹپکتی ہے) نام اور شخصیت کے مابین وہی ہم آہنگی، گہرا تعلق اور دائمی وابستگی ہے جو جسم اورروح کے درمیان پائی جاتی ہے۔اگرایک طرف نام سے ذات کی غمازی ہوتی ہےتو دوسری جانب شخصیت اورظاہری شکل وصورت سے بھی نام کا اندازہ لگ جاتا ہےاورحقیقت یہ ہے کہ جس طرح جسم کے اچھےاور برے اعمال وحرکات سے روحِ انسانی میں ''ملکیت یا بہیمیت'' پیدا ہوتی ہےٹھیک اسی طرح نام کے حسن وعمدگی سے روح میں لطافت و بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔انسانی افکارواعمال کی تعمیر ہوتی ہےاور جذبۂ عمل کوتقویت ملتی ہے۔اورنام کے قبح سے روح میں کثافت، انسانی اعمال میں آلودگی اور پراگندگی پیدا ہوتی ہے۔نام کا اثر کام پرلازماً پڑتا ہے، مثلاً:

حق سبحانہ وتعالیٰ نے ''عبدالعزیٰ'' کی کنیت ''ابولہب'' رکھی، عاقبت، انجام اورآخرت کے لحاظ سے یہ نام (کنیت) کتنی مسلّمہ حقیقت کی ترجمانی کررہا ہے!۔ادھر رسول اللہ نے ''ابوالحکم بن ہشام'' کی کنیت ''ابوجہل'' رکھی، تواس کی شخصیت پہ یہ کنیت کتنی فٹ ہوئی، اوراس کے افکارواعمال پراس لفظ کے کتنے گہرے اوران مٹ نقوش چھائے رہے! اوراہل علم کے علم میں یقیناً یہ ہوگا کہ حق وباطل کی سب سے پہلی فیصلہ کن لڑائی ''غزوۂ بدر'' میں مشرکین عرب کو نہتے مسلمانوں سے جو شرمناک اور بدترین شکست ہوئی، اس کی منجملہ وجوہ کے ایک اہم اورحقیقی وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کی طرف سے جوسب

سے پہلے مقابلہ کے لیے میدانِ کارزار میں اترے، ان میں ''ولید، شیبہ'' اور ''عتبہ'' نامی تین آدمی تھے۔ ولید کے معنی میں کس قدر ضعف و عجز کا پہلو ہے؟ (پیدائش کے وقت بیحد ناتواں اور کمزور بچہ کو ولید کہتے ہیں) اور ''شیبہ'' تو بڑھاپے کی اس حد کو کہتے ہی ہیں جب انسان کے تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں اور قویٰ معطل ہو جائیں! اور ''عتبہ'' میں جو عتاب و عذاب اور قہر و غضبِ خداوندی کا ''جہانِ معانی'' نہاں ہے، وہ ''جہاں'' میں کسی سے قابل بیان نہیں! غور کیجیے! جن ''برتنوں'' سے ضعف و کمزوری، عجز و ناتوانی اور قہر عتاب ''جھلکتے'' ہوں؟ کیا ان سے قوت و جوانمردی، دلیری و بہادری اور فتح و نصرت ''چھلک'' سکتی ہیں؟؟

ادھر مسلمانوں کی طرف سے جو حضرات ان کے مقابلہ کے لیے آئے تھے ان میں ایک نام ''علی'' کا تھا، جو سراپا ''علوٗ'' سے عبارت تھا، دوسرا نام ''عبیدہ'' کا تھا، جن سے ''عبدیت و بندگی'' ٹپکتی تھی (اللہ کے نزدیک یہ سب سے پیاری صفت ہے، اسی لیے جو نام ''عبد'' سے شروع ہو وہ اللہ کے یہاں بہت پسندیدہ شمار ہوتا ہے) اور تیسرا نام ''حمزہ'' کا تھا جو اپنے ''جلو'' میں شیر کی صلابت رکھے ہوئے تھا، تو علی کے ''علوٗ''، ''عبیدہ'' کی ''عبودیت'' اور ''حمزہ'' کی ''قوت صلابت'' نے ان کی شخصیتوں کو ایسا متاثر کیا اور نام کی عمدگی سے ان کے کام پہ ایسا اثر مرتب ہوا کہ بے سر و سامانی کے عالم میں ایک مسلح اور ہتھیار بند فوج کو صرف چند گھنٹوں میں مولی گاجر کی طرح صاف کر دیا۔

تاریخِ اسلام کے اس تابناک واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ''نام'' سے ''کام'' کتنا متاثر ہوتا ہے؛ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انسان، حیوان، شہر، آبادی اور مکان غرض کہ ہر چیز میں اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے اور برے ناموں کو ناپسند، اور ان تمام چیزوں کے پیچھے یہی غرض مقصود ہوتی تھی کہ اچھے نام پر اچھے نتائج مرتب ہوں گے، اور برے ناموں پر بُرے؛ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے متعدد ایسے نام بدل دیے ہیں جن کے معنی اچھے نہیں تھے۔ (تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے)۔

(۳) مکتب کی تعلیم کا وقت آئے تو ایسی تعلیم کا نظم ہو جس سے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو، نبی کے آل، صحابہ، اور صالحین کی عظمت اور ان کی دینی خدمات کا اعتراف دل میں راسخ ہو اور قرآن و حدیث کی تعلیم، یعنی فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے۔ تعلیم کے ساتھ بچپن ہی سے اسلامی آداب و اخلاق سکھانا بھی ضروری ہے۔

مسلم بچوں اور بچیوں کے لیے دینی تعلیم کس قدر ضروری ہے، اس کا اظہار مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

ایک عربی شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

لَيْسَ الْيَتِيمُ الَّذِى قَدمَاتَ وَالدُه   إنَّ الْيَتِيمَ يَتِيمُ الْعِلْمِ وَالْاَدبِ

یعنی تیم صرف وہ بچہ نہیں ہے جس کے والد کا انتقال ہوگیا ہو؛ بلکہ یتیم وہ بھی ہے جو علم وادب سے محروم رہا ہو۔

ہمارے ذہنوں میں صرف یہ بات ہے کہ بچپن میں جس بچہ کے والد کا انتقال ہوگیا ہو، وہ بچہ یتیم ہے؛ مگر شاعر یہ کہتا ہے کہ وہ بچہ بھی یتیم ہے جس کا باپ زندہ ہے؛ مگر وہ بچہ کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ نہیں دیتا اور اس کو علم وادب سے محروم رکھا ہے، بچہ میں نہ نماز کا شوق پیدا ہوا، نہ قرآن پاک کی تلاوت کی طرف توجہ پیدا ہوئی، بچہ نہ مدرسہ جاتا ہے نہ دوسرے اسلامی آداب کا اسے علم ہے، نہ بڑوں کا ادب واحترام جانتا ہے تو اس بچہ کے حق میں باپ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، وہ بچہ بھی شاعر کی نظر میں یتیم ہے؛ اس لیے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دنیا اور علم دین سکھانا اور اسلامی آداب سے مزین کرنا بہت ضروری ہے اور والدین پر اس کی بہت بڑی ذمہ داری ہے، جس نے اپنی اولاد کو دنیا اور آخرت کے بہت بڑے خیر سے محروم رکھا، قیامت میں باپ سے اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا ”مَاذَا عَلَّمْتَهٗ وَمَاذَا اَدَّبْتَهٗ“ تم نے بچہ کو کیا تعلیم دی اور کیسا ادب سکھایا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی عطیہ (تحفہ) نہیں دیا“ (ترمذی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے ”مرد کا اپنے بچہ کو ادب سکھانا ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کلو) غلہ خیرات کرنے سے بہتر ہے؟“ (ایضاً)

اللہ کی رحمت (اولاد) کی قدر کیجیے۔ آپ اپنے بچہ کو ایک ادب سکھائیں گے اس پر بھی آپ کو اجروثواب ملتا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ جلد ۱۰، اقتباس صفحہ 41 تا 46)

(۴) اولاد کے درمیان نرمی، مہربانی اور ہدیہ وتحفہ میں عدل وانصاف قائم کرنا

اولاد کے مابین عطایا وہبہ میں کمی بیشی اگرچہ مصلحت واعذار کے وقت جائز ومباح ہے؛ لیکن بلاوجہ شرعی وبلاوجہ معقول ترجیح وتفاضل، اولاد اور والد کے درمیان بغض وعداوت اور نفرت وکدورت کا باعث بنتا ہے؛ اس لیے یہ تقسیم غیر عادلانہ ہوگی اور مزاج نبوت سے ہم آہنگ نہیں ہوگی، ایک مومن اور عاشق نبی کو ہر عمل میں مزاج یار کی رعایت ولحاظ ضروری ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہنے لگے: میں نے اپنا غلام اپنے اس بیٹے کو دے دیا ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا آپ نے اپنے سب بچوں کو اسی طرح دیا ہے؟ تو انھوں نے کہا نہیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: آپ اس سے وہ غلام واپس لے لیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2586) صحیح مسلم حدیث نمبر (1623)

(۵) شادی اور نکاح کے معاملے میں اسلام نے مرد وعورت دونوں کی پسند کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے

جس طرح مرد کو پسند کی شادی کا اختیار دیا، ویسے ہی عاقلہ بالغہ عورت کو بھی اختیار دیا ہے کہ وہ شادی کے لیے ایسے مرد کا انتخاب کرسکتی ہے جس سے نکاح شرعاً حرام اور ناجائز نہ ہو۔ شریعت اسلامیہ نے نکاح کے معاملہ میں والدین اور اولاد دونوں کو حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کی پسند کی رعایت کریں، والدین اپنے بچوں کا کسی ایسی جگہ نکاح نہ کروائیں جہاں وہ بالکل راضی نہ ہوں، اس سلسلے میں والدین کی طرف سے دباؤ، اعتراض اور ناراضی کا اظہار کرنا درست نہیں۔ ہاں خاندانی کفارت اور برابری نہ ہونے کی صورت میں والدین کو اعتراض اور ناراضی کا حق شریعت کی طرف سے حاصل ہے، اسی طرح بچے بھی ایسی جگہ نکاح کرنے پر مصر نہ ہوں جہاں والدین بالکل راضی نہ ہوں؛ اس لیے کہ جب اولاد اپنی مرضی سے کسی جگہ شادی کرتے ہیں اور اس میں شرعی احکام اور والدین کی رضامندی کی رعایت نہیں رکھتے تو عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسی شادیاں کامیاب نہیں ہوتیں، اس طرح کی شادی میں لڑکا اور لڑکی کے وقتی جذبات محرک بنتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ ان جذبات اور پسندیدگی میں کمی آنے لگتی ہے، نتیجتاً ایسی شادیاں ناکام ہوجاتی ہیں اور علیحدگی کی نوبت آجاتی ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں خاندانوں اور رشتوں کی جانچ پرکھ کا تجربہ رکھنے والے والدین اور خاندان کے بزرگوں کے کرائے ہوئے رشتے زیادہ پائیدار ثابت ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ بنوریہ فتوی نمبر:144205200500)

(۶) والد کی ذمہ داری ہے کہ بلوغت کے بعد اولاد کے نکاح میں جلدی کرے

بالغ ہوجانے کے بعد اس میں تاخیر کرنا بہت سارے فتنوں کو دعوت دینا ہے، لڑکی والوں کے پاس اگر کسی نیک اور شریف آدمی کا پیغام آئے تو محض اس کی غربت کو دیکھ کر انکار نہ کریں، مال ودولت عارضی چیز ہے، ''صلاحیتِ عمل'' اصل چیز ہے۔ اگر لڑکا تندرست وتوانا، دیندار اور محنت کش ہو تو اس سے انکارِ نکاح ٹھیک نہیں۔ اسی طرح کشائش رزق کے انتظار میں لڑکے کو بٹھائے رکھنا بھی ٹھیک نہیں، دیندار لڑکی کا پیغام آجائے تو رشتہ ازدواج سے منسلک کردینا چاہیے۔ ارشاد نبوی ہے:

''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھنا چاہیے اور اچھی اخلاقی تربیت دینی چاہیے،

جب وہ بلوغ کو پہنچ جائے تو اسے نکاح کر دینا چاہیے، اگر وہ بلوغت کو پہنچ جائے اور اس کی شادی نہ کرے پھر اس سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس گناہ کا وبال اس کے والد کے سر ہوگا۔'' (بیہقی فی شعب الإیمان 11/137).

(۷) نابالغ بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری والد پر ہے

اور بلوغت کے بعد جب تک اولاد کمانے کے قابل نہ ہو ان کے نفقہ کی ذمہ داری بھی شرعاً والد پر ہی ہوتی ہے، ارشاد باری ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرة:233)

اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ دستور کے مطابق ان کی روزی اور ان کا کپڑا ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالی کا ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح ارشاد ہے:

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ. (الطلاق 7)

اور وسعت اور کشادرزق والے کے لیے اپنی وسعت وکشادگی سے خرچ کرنا ضروری ہے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ اللہ تعالی نے اسے جو کچھ دے رکھا ہے (اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ کرے۔

(۸) اولاد کے لیے خیر وبرکت کی دعائیں کرنا

اولاد آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہوتی ہے، اگر اولاد نیک ہو تو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب اور بد ہو تو وبال جان بنتی ہے، ان کی نیکیوں کا صلہ والدین کو دنیا میں نیک شہرت اور وفات کے بعد صدقہ جاریہ کی شکل میں ملتا ہے۔

انبیاء کرام نے اپنی اولاد کے لیے دعائیں کی ہیں، قرآن میں ان کی دعائیں منقول ہیں۔

مذہب اسلام نے اولاد کے خیر وفلاح کے لیے دعائیں کرنے کی ترغیب دی ہے، حق تلفی اور غیر مناسب رویہ اختیار کرنے پر ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے آپ، اولاد اور اموال کے خلاف بددعا کرنے سے ڈرایا اور اس سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ دعا ایک عظیم الشان عمل ہے اور اگر گھڑی قبولیت کی ہوئی تو اللہ تعالی بندوں کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ اس طرح سے دعا مانگنے والے اور اس کی اولاد اور مال کو نقصان پہنچتا ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ تم اپنے خلاف بددعا کرو اور نہ ہی اپنے مال واولاد پر۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددعا کا وقت اللہ کی طرف سے قبولیت کا ہو اور وہ تمہاری بددعا قبول کر لے۔'' (صحیح مسلم 3009)

(۹) آداب اسلامی سے شناسائی

بچوں کی اچھی تربیت کرکے انھیں اچھا، ذمہ دار اور مثالی مسلمان بنانا والدین کی ذمہ داری ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اپنی اولاد کونماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی ہوجائے اور جب وہ دس سال کی ہوجائے تو (نماز نہ پڑھنے پر) اُسے مارو، اور (دس سال کی عمر میں) انھیں الگ الگ سلایا کرو۔'' (ابوداؤد 495)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرواور انھیں ادب سکھاؤ۔'' (سنن ابن ماجہ 3671)۔

(۱۰) شفقت ومحبت

اسلام نے والد پر اپنے بچوں کے ساتھ شفقت کرنے کی ہدایت کی ہے، لہٰذا والد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کے ساتھ سختی کے بجائے پیار ومحبت والا رویہ رکھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوما تو اَقرع بن حابس تمیمی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' (صحیح بخاری 5651)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنے اہل وعیال اور چھوٹے بچوں پر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شفیق اور مہربان ہو۔ نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے قریب آباد ایک بستی کی دایہ دودھ پلایا کرتی تھی۔ نبی ﷺ ابراہیمؑ کی زیارت کے لیے وہاں جایا کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے کچھ صحابہ بھی ہوتے۔ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو گھر دھویں سے بھرا ہوتا تھا؛ کیونکہ دایہ کا شوہر لوہار تھا۔ نبی ﷺ ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اٹھاتے، انھیں پیار کرتے اور واپس لوٹ آتے۔ جب ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا ہے، وہ شیر خوارگی کی حالت میں فوت ہوگیا ہے، جنت میں دو دایہ اس کی مدت رضاعت پورا کرنے کے لیے اسے دودھ پلا رہی ہیں؛ تاکہ دو سال مکمل ہوجائیں؛ کیونکہ ابراہیم رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو ان کی عمر سولہ یا سترہ ماہ تھی۔ دو سال میں سے جو مدت باقی رہ گئی اسے پورا کرنے کے لیے وہ دونوں دایہ انھیں دودھ پلا رہی تھیں؛ کیونکہ قرآن کی رو سے مدت رضاعت دو سال ہے۔ یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ﷺ کے لیے اللہ کی

طرف سے بطورِ اکرام تھا۔(صحیح مسلم 2316)

رسول اللہ ﷺ کا بچوں کا تربیتی انداز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم کے لیے اسوہ ونمونہ ہیں، آپ کی سیرت طیبہ انسانی زندگی کے تمام باریک گوشوں کے لیے رہبر ورہنما و ''چراغ راہ'' ہے، بچوں کے لیے آپ کی قولی وعملی سیرت نے قانون خداوندی کے تحت رہبری کی ہے کہ بچوں کی تربیت وکردار سازی کا انداز واسلوب کیا ہونا چاہیے؟ بچوں کے لیے آپ کا تربیتی اسلوب بنیادی طور پہ رحمت شفقت، ہمدردی وخیر خواہی پر مبنی ہے، آپ نے بچوں کی نفسیات، ماحولیات، امنگوں، جذبات وتقاضے اور ذہنی وفکری اٹھان، معیار وصلاحیت کو مدنظر رکھ کر، موقع ومحل کی رعایت اور حکمت وبصیرت، دوراندیشی، مزاج شناسی کے ساتھ منظّم طور پر تربیت اطفال کا نازک وحساس فریضہ متعدد انداز واسلوب میں انجام دیا ہے، ذیل میں انھیں اسالیب تربیت کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) سیر وتفریح کے وقت

چونکہ بچے سیر وتفریح اور سواری کے شوقین ودلدادہ ہوتے ہیں؛ اس لیے ایسے موقع سے کی جانے والی نصیحت اور شخصیت سازی کافی موثر اور نتیجہ خیز ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلوب تربیت میں ہمیں یہ اصول کارفرما نظر آتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

میں ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے سوار تھا کہ اسی درمیان آپ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تمھیں کچھ باتیں سکھانا چاہتا ہوں۔ اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، اللہ تمھاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھو، اللہ کو اپنے سامنے پاوگے۔ جب مانگو، تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو، تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ اس بات کو جان لو کہ اگر سب مل کر بھی تمھیں فائدہ پہنچانا چاہیں، تو تمھیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمھیں نقصان پہنچانا چاہیں، تو تمھیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔'' (سنن ترمذی 2516)

انتہائی سبق آموز مناسب ترین موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد وتوکل علی اللہ کی ساری بنیادی وکلیدی باتیں بچے ''عبداللہ بن عباس'' کے لوح قلب پر ثبت فرمادیں!

(۲) کھانے کے وقت

اللہ کے نبی ﷺ کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، جو اللہ کے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرتربیت وکفالت تھے، کا بیان ہے کہ ان کا ہاتھ کھانا کھانے کے دوران کھانا اٹھانے کے لیے برتن کے چاروں جانب گھومتا رہتا تھا، لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عین اسی وقت عملی طور پہ انھیں کھانے کی تربیت دی اور انھیں کھانا کھانے کے تین آداب سکھائے:

۱- کھانا کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا۔

۲- دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا۔

۳- برتن میں سے اپنے سامنے والے حصے سے کھانا کھانا۔

عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا۔ (کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا تھا؛ اس لیے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''بچے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنے سامنے سے کھایا کرو!'' چنانچہ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔ (صحیح بخاری 5376)

(۳) بیماری کے وقت

مرض و بیماری کا لمحہ بڑا حساس ہوتا ہے، ایسے وقت میں حال احوال پوچھنے والے شخص کی اپنائیت وخیر خواہی کا پتہ چلتا ہے، مصیبت کی گھڑی جو کام آئے، دلاسہ دے، وہی اپنا ہوتا ہے، خوشی کے لمحات میں تو سب حب و وفا کا دم بھرتے ہیں، مربی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کو بھی تربیت کے باب میں موثر جانا، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے ایک چھوٹا بچہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی جس پر وہ مسلمان ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اسے جہنم سے نجات دی۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: اسلام قبول کرلو؛ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا۔ اس نے کہا: ابوالقاسم کی اطاعت کرو؛ اس پر اس لڑکے نے اسلام قبول کرلیا۔ اس پر آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لے آئے کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اس کو جہنم سے نجات دے دی۔ (صحیح بخاری 1356)

(۴)اولاد کے درمیان نرمی، مہربانی اور ہدیہ وتحفہ میں انصاف

بلا وجہ شرعی اولاد کے مابین ترجیح وتفاضل اولاد اور والد کے درمیان بغض وعداوت اور نفرت وکدورت کا باعث بنتا ہے، عدل وانصاف کی فراہمی، والد کے حوالے سے اولاد کے دل میں حقیقی محبت وعظمت پیدا کرتی ہے؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلو پر زیادہ زور صرف فرماتے ہوئے تعدیل کا حکم دیا؛ ہر چند کہ دیگر معقول اسباب ووجوہ کے باعث تفاضل کا جواز بھی آپ کے دیگر ارشادِ عالی سے ثابت ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہنے لگے: میں نے اپنا غلام اپنے اس بیٹے کو دے دیا ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا آپ نے اپنے سب بچوں کو اسی طرح دیا ہے؟ تو انھوں نے کہا نہیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: آپ اس سے وہ غلام واپس لے لیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2586) صحیح مسلم حدیث نمبر (1623)

(۵) بچوں کی نفسیات اور وقار رعایت:

بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے اور اپنی صلاحیت ولیاقت پر بھروسہ کروانے کے لیے ان کی عزتِ نفس اور وقار کا خیال رکھنا، ان کی توقیر وتکریم اور عزت افزائی کرنا، ان کے ساتھ بڑوں جیسا سلوک کرنا بھی از بس مفید وضروری ہے، چھوٹا بچہ سمجھ کر نظر انداز کرنا، اسے چنداں قابلِ اعتنا ولائق التفات نہ سمجھنا، اصول وقواعد مجلس وغیرہ کے خلاف کوئی کام کرنا تربیتی نقطۂ نظر سے انتہائی مضر ہے۔ اس سے بچے کی نفسیات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اس کے اخلاق وکردار پہ منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شربت لایا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے پیا، آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا (عبداللہ بن عباس) بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف بوڑھے لوگ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بچے سے کہا کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں ان (شیوخ) کو (پہلے) دے دوں۔ لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم، یا رسول اللہ! آپ کے جھوٹے میں سے ملنے والے اپنے حصہ کے معاملہ میں، میں کسی پر ایثار نہیں کروں گا۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔ (صحیح بخاری 5620)

(۶) بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے دعائیں دینا

بچے جب کوئی اچھا کام کریں تو حوصلہ افزائی کے لیے انھیں شاباشی دینا، ان کی تحسین کرنا، شفقت و پیار سے سینے سے لگانا اور دعائیں دینا بھی ان کی صلاحیتوں کو مہمیز کرتا ہے اور تحریک عمل پیدا کر کے کچھ کر گزرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں ان گنت تربیتی نقوش ملتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلا میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اعلیٰ سمجھداری و ہوش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کے لیے وضو کا پانی باہر رکھ دیا، جب آپ فارغ ہوئے تو پانی موجود دیکھ کر پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ بتایا گیا کہ ابن عباسؓ نے یہ خدمت گزاری کی ہے، تو آپ ﷺ نے انھیں یوں دعا فرمائی:

''اے اللہ! اسے دین میں گہری سمجھ عطا فرما۔'' (فتح الباری 126/7)

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کی برکت تھی کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ قرآن فہمی اور دینی فقاہت میں ہر ایک سے فائق و ممتاز ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا، اور یہ دعا فرمائی: "اللّٰهم عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيْلَ الْكِتَاب". ''اے اللہ! اس کو میری سنت اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔'' (سنن ابن ماجہ 166)

(۷) کھیل کود کا موقع فراہم کرنا

بچوں کی اچھی ذہنی وجسمانی نشونما کے لیے ایک حد میں رہتے ہوئے کھیل کود بھی اہم ہے، بچے بھی انسان ہیں کوئی مشین تو نہیں؟ اگر بچوں کو ہر وقت کام میں مصروف رکھا جائے اور انھیں کھیل کود کا موقع فراہم نہ کیا جائے تو ان کی صلاحیتیں زنگ آلود اور شخصیت محدود و مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ان کے اندر تخلیقی سوچ پروان نہیں چڑھ پاتی اور خود اعتمادی کے فقدان کے باعث ان کے لیے کامیابی کی منزلیں طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے؛ اس لیے دماغی طور پہ چاق و چوبند اور جسمانی طور پر صحتمند رہنے کے لیے شرعی حدود میں رہتے ہوئے بچوں کے لیے کھیل کود کے مواقع فراہم کرنا اور کھیل کود کے لیے آلات لعب اور کھلونے (جو مجسمے کی شکل کے نہ ہوں، یا ناک نقشہ نہ ہو) وغیرہ خرید کر دینا بھی تربیتی نقطۂ نظر سے ضروری ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں، کہا: اور میری سہیلیاں میرے پاس آتی تھیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (آمد کی) وجہ سے (گھر کے کسی کونے میں) چھپ جاتی تھیں، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو

(بلاکر) میری طرف بھیج دیتے تھے۔(صحیح مسلم 2440)

(۸) بے ضرورت لعن طعن اور ڈانٹ ڈپٹ سے احتراز

بلاضرورت ڈانٹ ڈپٹ اور تخویف و باز پرسی کی افراط و بہتات بھی بچے کو ڈھیٹ بنا دیتی ہے۔ اعتدال وتوازن ومیانہ روی ہر چیز میں حسن کا باعث بنتا ہے اور افراط وتفریط نقص کا باعث، پیار ومحبت اور تخویف وترہیب دونوں کے حسین امتزاج واعتدال سے تربیتی مہم سر ہوتی اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے دس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔آپ نے مجھے کبھی بھی اف تک نہیں کہا اور نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں ایسا کیا؟ اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقی اعتبار سے تمام انسانوں سے بہتر تھے اور میں نے کبھی کوئی ریشم اور ریشمی کپڑا اور کوئی نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی بھی کسی قسم کا کستوری اور عطر ایسا نہیں سونگھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔(سنن ترمذی 2015)

(۹) تادیب واصلاح کی غرض سے ہلکی سزا کی گنجائش:

اسلام ہر معاملہ میں اعتدال وتوازن کا سبق دیتا ہے۔تعلیم وتربیت میں بھی یہ مطلوب ومقصود ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا کہنے کی بجائے بچوں کو شفقت، پیار، محبت اور حکمت ودانائی سے سمجھاتے۔

جب افہام وتفہیم کارگر نہ ہوتی تو ہلکی سزا دینے کا بھی حکم فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ مشعل راہ ہے، بچوں کی تربیت اور اصلاح کے لیے ترغیب وترہیب دونوں ضروری ہیں؛ کیونکہ بعض اوقات صرف ترغیب کارگر نہیں ہوتی اور فقط ترغیب پر اکتفا کرنا ممکن بھی نہیں ہوتا؛ اس لیے والدین کو موقع ومحل کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً دونوں پر عمل کرنا چاہیے۔بچوں کی تربیت کے دوران ناقابلِ قبول رویہ سامنے آنے پر والدین پہلے تو صبر وضبط سے کام لیں، نرمی سے زبانی کلامی انداز میں سمجھائیں، جب تک زبانی تنبیہ سے کام چلتا ہو، تب تک ہاتھ کا استعمال نہ کیا جائے، اگر زبانی تنبیہ بھی کارگر نہ ہو، تو مصنوعی غصہ کرکے تنہائی میں بچے کو قاعدے سے سمجھایا جائے، گوش مالی کی ضرورت پڑے تو اس سے بھی استفادہ ہو، سخت سست کہا جائے، اگر یہ طریقے بھی کارگر نہ ہوں، تو حد شرعی میں رہتے ہوئے تادیب واصلاح کے لیے (تعذیب وتسکین انا کے لیے نہیں) مناسب مار پیٹ اور ہلکی پھلکی سزا دینے کی اجازت ہے، اور یہ بھی طریقہ تربیت ہی ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

ہے کہ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم کرو اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر علیحدہ کرو(سنن ابی داؤد 495)۔

شرعی حدود کا مطلب یہ ہے کہ ایسی مار نہ ہو جو زخمی کردے، چہرے پر نہ مارے، شدید ضرورت کے بغیر ایک وقت میں تین ضربوں سے زیادہ نہ مارے، بچوں کی طبیعت اس کا متحمل بھی ہو، بالکل چھوٹے معصوموں پر حاکمیت کا سکہ نہ جمائے، نازک اعضا پر اور ایک ہی جگہ پر مسلسل مارنے سے گریز کیا جائے۔ چہرے پر مارنے سے خاص طور پر اجتناب کیا جائے۔ جسمانی سزاؤوں میں لاٹھی (عصا)، تھپڑ اور مکے وغیرہ کے استعمال کے بجائے دیگر جسمانی سزاؤوں مثلاً (کھڑا کروانے اور اٹھک بیٹھک کروانے) کو اختیار کرنا مناسب ہوگا۔ جتنی سزا کا مستحق ہو، اس سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔ غصے کی حالت میں سزا بالکل نہ دی جائے؛ کیوں کہ غصے میں انسان حدِ اعتدال سے بڑھ جاتا ہے اور بعید نہیں کہ غصہ کی وجہ سے غیر مستحق بھی سزا کی لپیٹ میں آجائے اور مستحقِ سزا کو حد سے زیادہ سزا مل جائے۔ ایسی مار جس سے جسم پر نشان پڑ جائیں یا ہڈی تک اثر پہنچے، کھال چھل جائے یا خون نکلے، بالکل جائز نہیں۔ سزا تجویز کرتے وقت یہ خیال رہے کہ سزا اور اس کا متحمل بھی ہے یا نہیں۔

یہ طریقہ چھوٹے بچوں کے لیے ہے؛ البتہ بڑے بچوں کو اگر کم سزا مفید نہ ہو، تو زیادہ سزا دینے کی بھی والدین کے لیے گنجائش ہے؛ البتہ یہ سزا بھی اتنی نہ ہو کہ جسمانی طور پر بچہ زخمی ہوجائے یا نشان پڑ جائے۔

امام بخاری کی ''الادب المفرد'' میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندرونِ خانہ (اہل وعیال کے تربیتی نظام کے پیش نظر سبھوں کی نظروں کے سامنے) کوڑے لٹکائے رکھنے کا حکم دیا ہے۔(صحیح الادب المفرد 933)

علامہ نووی نے اپنی کتاب ''الاذکار'' صفحہ ۱۵۲ پر سیدنا عبداللہ بن بسر المزنی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں انگور کا خوشہ لے کر بھیجا تو میں نے انگور پہنچانے سے پہلے اس میں سے کچھ کھالیا۔(میری ماں نے حضور سے دریافت کروائی کہ کیا عبداللہ انگور لے کر آیا تھا؟ حضور نے فرمایا: نہیں) پھر جب میں اسے لے کر آیا حاضرِ خدمت ہوا تو حضور نے میری گوش مالی کی اور کہا: اے غدار! (الاذکار للنووی صفحہ ۱۵۲)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ''جامع کبیر'' میں ہے:

رحمَ اللّٰہُ امرأً عَلّقَ فی بیتِہِ سوطًا یودبُ بِہِ اھلَہُ (عن جابر بن عبد اللّٰہ، السیوطی/ الجامع الصغیر (4412).

(اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنے گھر میں اہل وعیال کی تادیب کے لیے کوڑا رکھا ہو)۔

نبوی مزاج

اپنی اولاد کی دنیاوی وجسمانی راحت رسانی وترقیات کی فکر سے درجہا زیادہ ان کی دینی، روحانی واخلاقی حالت کی فکر کرتے رہنا ''نبوی فکرومزاج'' ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت (۱۳۰-۱۳۳) میں اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ والدین پر اولاد کی دنیوی عارضی راحت وآرام سے زیادہ دینی واخروی دائمی راحت وآرام کی فکر غالب رہنی چاہیے۔

آج بے دینی پھیلنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین میں بچوں کی دینی تربیت کی فکر خاطرخواہ نہیں ہوتی۔

باہمہ ذوق آگئی ہائے رے پستی بشر
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بےخبر

جائز حدود میں رہتے ہوئے معاشی، تعلیمی، دنیوی ترقیات کے ساتھ اپنے دین، خدا اور نبی سے وابستہ رہنا ضروری ہے، شجر سے وابستہ رہ کر ہی بہار جاں فزا سے لطف کا سرور مل سکتا ہے۔

اسلامی تادیب وتربیت کے زیرسایہ پروان چڑھنے والے بچے جب جوان ہوں گے تو انھیں زندگی کے کسی مرحلے میں بھی کوئی شخص یا نظریہ متاثر نہیں کرسکتا۔

اپنے اس مضمون کو کرم فرمائے من حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب رحمہ اللہ کے اس چشم کشا اور بصیرت افروز اقتباس پہ ختم کررہا ہوں:

''سب جانتے ہیں کہ طوفان سے وہی گھر اور درخت متاثر ہوتا ہے جس کی بنیاد اور جڑ مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتی، اگر بچوں کی اٹھان اور نشو ونما اسلامی خطوط اور دینی بنیادوں پر ہو تو اسلام، دین اور سیرتِ نبوی سے متعلق ہر ضروری سوال کا جواب وہ اپنی طفلانہ زندگی اور بزرگانہ دور دونوں دور میں دے سکتے ہیں؛ اس کے لیے دل چسپی اور فکر واہتمام کی ضرورت ہے۔'' (اسرار حیات صفحہ ۱۴۰)

آخر میں اکبرالہ آبادی کے اس معنی خیز قطعہ کو بھی ذہن نشیں کرتے چلیں:

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں کھیلو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

❊ ❊ ❊

نبی اکرم ﷺ کے خواب: وحی اور رہنمائی کا سرچشمہ

از: مولانا محمد راشد شفیع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر اعتبار سے انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو کامل اور مکمل نمونہ ہے، چاہے وہ بیداری کی حالت ہو یا خواب کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب حقیقت پر مبنی اور وحی کا حصہ ہوتے تھے۔ یہ خواب عام انسانوں کے خوابوں کی طرح نہیں ہوتے تھے؛ بلکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی اور حکمت پوشیدہ ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اس بات کی وضاحت کرتا ہے: "الرؤیا الصالحة جزء من ستة وأربعین جزءا من النبوة" (سنن ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم) یعنی نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں خوابوں کی بڑی اہمیت رہی ہے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کی تربیت فرمائی؛ بلکہ امت کے لیے بھی کئی حقائق واضح کیے۔ ان خوابوں میں غیبی باتوں کی خبر، آنے والے واقعات کی پیشین گوئی اور امت کی فلاح وہدایت کے پیغامات شامل ہیں۔ خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بعض اہم امور کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آشکار فرمایا، جیسے ہجرت کی خبر یا غزوۂ بدر میں دشمن کی تعداد کے بارے میں اطلاع۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کا مطالعہ نہ صرف ایمان کو جلا بخشتا ہے؛ بلکہ سیرت النبی کے دیگر گوشوں کی طرح اس پہلو پر غور وفکر کرنے سے ہمیں بے شمار سبق اور رہنمائی میسر آتی ہے۔ ذیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند خوابوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں مسلمانوں کے لیے رہنمائی، اور ہدایت کا سامان موجود ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ''میں نے خواب میں خود کو دیکھا کہ میں ایک مسواک سے دانت صاف کر رہا ہوں، اس وقت دو آدمیوں نے (مسواک حاصل کرنے کے لیے) میری توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے وہ مسواک چھوٹے کو دے دی، پھر مجھ سے کہا گیا: بڑے کو دیں تو میں نے وہ بڑے کو دی۔ (صحیح مسلم، باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ و سلم)

اس سے مسواک کی اہمیت کا علم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو مسواک سے کتنی محبت تھی، حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا لازمی حکم دیتا۔ (بخاری)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کے دیتے وقت لوگوں کے مقام و مرتبہ اور حیثیت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو سونے کے کنگن میرے ہاتھ میں رکھے گئے ہیں تو مجھے اس سے تکلیف پہنچی اور ناگواری ہوئی پھر مجھے اجازت دی گئی اور میں نے ان پر پھونک ماری اور وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر لی کہ دو جھوٹے پیدا ہوں گے۔ عبیداللہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک تو العنسی تھا جسے یمن میں فیروز نے قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ۔ (بخاری، کتاب التعبیر، باب اذا طار الشيء فی المنام)

کنگن آزمائش یا فتنہ کی علامت تھے، اور ان کو پھونک مار کر اڑانا ان فتنوں کے ختم ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ مسلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے؛ لیکن دونوں کا خاتمہ اسلام کے مجاہدین کے ہاتھوں ہوا۔ یہ خواب امت کو جھوٹے دعویداروں کے فتنے سے خبردار کرنے اور ان کے خاتمے کی بشارت دینے کا ذریعہ تھا۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ فتنوں کے خلاف بیداری اور جدوجہد لازم ہے۔

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں جنت دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایک محل کے کنارے وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا۔ پھر مجھے ان کی غیرت وحمیت یاد آئی اور میں وہیں سے لوٹ آیا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر بھی غیرت کروں گا؟ (بخاری،

كتاب فضائل الصحابه، باب مناقب عمر بن الخطاب ابى حفص القرشى العدوى رضى الله عنه)

رسول اللہ ﷺ نے جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل خواب میں دیکھا، جوان کے بلند درجات کی نشانی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اندر جانے کا ارادہ کرتے ہوئے حضرت عمر کی غیرت یاد آئی، اور آپ نے احتیاطاً محل میں داخل ہونے سے گریز کیا۔ یہ خواب حضرت عمرؓ کی غیرت اور ان کے جنتی مقام کی تصدیق کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا جواب ان کی عاجزی اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا عکاس ہے۔ یہ واقعہ صحابۂ کرام کے فضائل اور رسول اللہ ﷺ کی عظیم اخلاقیات کی واضح دلیل ہے۔

(۴) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں صحابہ سے اکثر کیا کرتے تھے، ان میں یہ بھی تھی کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ پھر جو چاہتا اپنا خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح کو فرمایا کہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو میں ان کے ساتھ چل دیا، پھر ہم ایک لیٹے ہوئے شخص کے پاس آئے جس کے پاس ایک دوسرا شخص پتھر لیے کھڑا تھا اور اس کے سر پر پتھر پھینک کر مارتا تو اس کا سر اس سے پھٹ جاتا، پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا؛ لیکن وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا اور اسے اٹھا لاتا اور اس لیٹے ہوئے شخص تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر ٹھیک ہو جاتا، جیسا کہ پہلے تھا، کھڑا شخص پھر اسی طرح پتھر اس پر مارتا اور وہی صورتیں پیش آتیں جو پہلے پیش آئیں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں سے پوچھا سبحان اللہ یہ دونوں کون ہیں؟ فرمایا کہ مجھ سے انہوں نے کہا کہ آگے بڑھیے، آگے بڑھیے! فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا تھا اور یہ اس کے چہرہ کے ایک طرف آتا اور اس کے ایک جبڑے کو گدی تک چیرتا اور اس کی ناک کو گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھ کو گدی تک چیرتا۔ (عوف نے) بیان کیا کہ بعض دفعہ ابو رجاء (راوی حدیث) نے فیشق کہا، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) بیان کیا کہ پھر وہ دوسری جانب جاتا ادھر بھی اسی طرح چیرتا جس طرح اس نے پہلی جانب کیا تھا۔ وہ ابھی دوسری جانب سے فارغ بھی نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب اپنی پہلی صحیح حالت میں لوٹ آتی۔ پھر دوبارہ وہ اسی طرح کرتا جس طرح اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔ (اس طرح برابر ہو رہا ہے) فرمایا کہ میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ آگے چلو، (ابھی کچھ نہ

پوچھو) چنانچہ ہم آگے چلے پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے۔ راوی نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ اس میں شور اور آواز تھی۔ کہا کہ پھر ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے آگ کی لپٹ آتی تھی جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چلانے لگتے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ آگے چلیے! فرمایا کہ ہم آگے بڑھے اور ایک نہر پر آئے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے کہا کہ وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک دوسرا شخص تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے اور یہ تیرنے والا تیرتا ہوا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو یہ اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے کا شخص اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا وہ پھر تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور جب بھی اس کے پاس آتا تو اپنا منہ پھیلا دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ آگے چلیے! فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے جتنے بدصورت تم نے دیکھے ہوں گے، ان میں سب سے زیادہ بدصورت۔ اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑتا تھا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ انھوں نے مجھ سے کہا آگے چلیے! ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے باغ میں پہنچے جو ہرا بھرا تھا اور اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے۔ اس باغ کے درمیان میں بہت لمبا ایک شخص تھا، اتنا لمبا تھا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس شخص کے چاروں طرف سے بہت سے بچے تھے کہ اتنے کبھی نہیں دیکھے تھے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ یہ بچے کون ہیں؟ فرمایا کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ آگے چلیے! فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک عظیم الشان باغ تک پہنچے، میں نے اتنا بڑا اور خوبصورت باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ اس پر چڑھیے ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر دکھائی دیا جو اس طرح بنا تھا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی تھی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے تو ہم نے اسے کھلوایا۔ وہ ہمارے لیے کھولا گیا اور ہم اس میں داخل ہوئے۔ ہم نے اس میں ایسے لوگوں سے ملاقات کی جن کے جسم کا آدھا حصہ تو نہایت خوبصورت تھا اور دوسرا آدھا نہایت بدصورت۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ۔ ایک نہر سامنے بہہ رہی تھی اس کا پانی انتہائی سفید تھا وہ لوگ گئے اور

اس میں کود گئے اور پھر ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کا پہلا عیب جا چکا تھا اور اب وہ نہایت خوبصورت ہوگئے تھے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ ان دونوں نے کہا کہ یہ جنتِ عدن ہے اور یہ آپ کی منزل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نظر اوپر کی طرف اٹھی تو سفید بادل کی طرح ایک محل اوپر نظر آیا فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی منزل ہے۔فرمایا کہ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ مجھے اس میں داخل ہونے دو۔انھوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ نہیں جاسکتے؛لیکن ہاں آپ اس میں ضرور جائیں گے۔فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں نے عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں۔ یہ چیزیں کیا تھیں جو میں نے دیکھی ہیں۔فرمایا کہ انھوں نے مجھ سے کہا ہم آپ کو بتائیں گے۔ پہلا شخص جس کے پاس آپ گئے تھے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جارہا تھا یہ وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا تھا اور پھر اسے چھوڑ دیتا اور فرض نماز کو چھوڑ کر سوجاتا اور وہ شخص جس کے پاس آپ گئے اور جس کا جبڑا گدی تک اور ناک گدی تک اور آنکھ گدی تک چیری جارہی تھی۔ یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور جھوٹی خبر تراشتا، جو دنیا میں پھیل جاتی اور وہ ننگے مرد اور عورتیں جو تنور میں آپ نے دیکھے وہ زناکار مرد اور عورتیں تھیں، وہ شخص جس کے پاس آپ اس حال میں گئے کہ وہ نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر دیا جاتا تھا وہ سود کھانے والا ہے اور وہ شخص جو بدصورت ہے اور جہنم کی آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل پھر رہا ہے وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی ہے اور وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے چاروں طرف ہیں تو وہ بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مرگئے ہیں۔ بیان کیا کہ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں) اب رہے وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اچھے عمل کے ساتھ برے عمل بھی کیے، اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا۔ (بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح)

اس خواب میں نبی اکرم ﷺ نے مختلف لوگوں کو مختلف بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا دیکھا، خاص طور پر نماز میں سستی کرنے والے، جھوٹ بولنے والے، زناکار مرد وعورت، سود کھانے والے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے!

✻ ✻ ✻

سیدنا حضرت سلمان فارسیؓ

مجوسیت سے اسلام تک کے سفر کی ایمان افروز داستان

از: مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری

حضور خاتم النّبیین والمرسلین ﷺ کو خلاّقِ عالم کی طرف سے جب خلعتِ نبوت سے نوازا گیا تو آپ ﷺ نے اپنی دعوتی زندگی کا آغاز اپنے آبائی وطن مکہ اور سرزمینِ حجاز سے کیا؛ اس لیے آپ کی تبلیغ سے جو خوش قسمت افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، ان میں اکثریت اہلِ عرب خصوصاً اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ کی تھی، فتحِ مکہ کے بعد طائف اور دیگر شہر بھی اسلام کی کرنوں سے منوّر ہوئے؛ لیکن عجمی دنیا سے تعلق رکھنے والوں میں اسلام قبول کرنے والے اتنی تھوڑی تعداد میں تھے جنہیں انگلیوں پر بھی گنا جا سکتا ہے، انہیں نصیبہ ور ہستیوں میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ماہِ رجب ۲ھ میں حق تعالیٰ شانہ نے انہیں بارگاہِ نبوت میں پہنچایا اور ان کے دل میں عشقِ رسالت کی ایسی چنگاری روشن کی کہ عمر بھر اپنے محبوب و مرغوب آقا ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا، اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالاتِ زندگی قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

نام ونسب اور سکونت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا آبائی علاقہ ملکِ فارس کے شہر ''رام ہرمز'' کے مضافاتی علاقے میں واقع ''جیٔ'' نامی گاؤں ہے، فارس کے شاہی خاندان کے ایک فرد ہیں، اسلام لانے سے قبل آپ رضی اللہ عنہ کا نام مابہ اور والد کا نام بوذخشان تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد سلمان نام تجویز ہوا، ابوعبداللہ کنیت اور لقب سلمان الخیر ہے، اس لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خداداد اعلیٰ خوبیوں اور عمدہ فطری صفات کے باعث بھلائی کا مجسمہ اور خیر وخوبی کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ یہ تو آپ رضی اللہ عنہ کا حقیقی شخصی تعارف ہے؛ جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کا وہ تعارف جو خود ذوق

وشوق سے لوگوں کو کرواتے تھے وہ بڑا دلچسپ ہے؛ چنانچہ جب کوئی آپ سے پوچھتا ''ابن من انت؟'' کہ آپ کس کے بیٹے ہیں؟ تو جواب میں فرماتے ''انا سلمان بن اسلام''یعنی میں سلمان اسلام کا بیٹا ہوں، پھر فرماتے "فنعم الاب و نعم الابن" کہ باپ بھی کتنا اچھا ہے اور بیٹا بھی۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ اسلام لانے کی بدولت مجھے روحانی ترقی نصیب ہوئی ہے؛ اس لیے میں دراصل اسلام ہی کا بیٹا ہوں۔

دین و مذہب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پہلے مجوسی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، اس کے بعد عیسائیت اختیار کی اور آخر کار تلاشِ حق میں در بدر کی خاک چھانتے ہوئے اسلام کے دامنِ عافیت میں آ گئے، اس کا واقعہ بڑا ایمان افروز اور دلچسپ ہے، جس کی تفصیل انھوں نے خود سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی، استاذ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں اس کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ملکِ فارس میں سے ''جیّ'' کا رہنے والا تھا، میرا باپ اپنے شہر کا چوہدری تھا اور سب سے زیادہ مجھ کو محبوب رکھتا تھا، ہم مذہباً مجوسی تھے، میں اپنے والد کے حکم سے آتش کدے کی نگرانی کرتا تھا اور اس کی آگ بجھنے نہیں دیتا تھا۔

مجوسیت سے نصرانیت کی طرف

ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے کسی کے کھیت کی نگرانی کے لیے بھیجا، میں کھیت کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں مجھے ایک گرجا نظر آیا جس کے اندر کچھ آواز سنائی دے رہی تھی، میں دیکھنے کے لیے اندر گھسا تو دیکھا کہ نصاریٰ کی ایک جماعت عبادت میں مشغول ہے، مجھے ان کی عبادت بہت پسند آئی اور میرے دل نے فیصلہ کیا کہ یہ دین سب سے بہتر ہے، میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اس دین کا اصل مرکز کہاں ہے؟ انھوں نے کہا کہ ملکِ شام میں ہے، ان سے گفتگو میں شام ہوگئی اور گھر تاخیر سے پہنچا، والد نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے ان کو سارا قصہ سنایا، والد نے کہا کہ اس دین (نصرانیت) میں کوئی خیر نہیں ہے، تیرے باپ دادے کا دین (مجوسیت) ہی بہتر ہے، میں نے اصرار کیا تو والد نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے گھر میں قید کر دیا، میں پوشیدہ طور پر نصاریٰ سے رابطے میں رہا اور موقع پاتے ہی تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ ملکِ شام روانہ ہو گیا، وہاں

پہنچ کر میں نے ایک بہت بڑے پادری کی شاگردی اختیار کی،اس سے انجیل کے احکام اور عبادت کا طریقہ سیکھا،وہ پادری ایک خودغرض اور بے عمل انسان تھا، جسے بعد میں ایک جرم میں سنگسار کر دیا گیا،اس کے بعد ایک عیسائی عالم کی خدمت میں پہنچا جو بے حد متقی اور پرہیزگار انسان تھا، میں اس سے بے حد متأثر ہوا اور اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر دیے،ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق موصل شہر کے ایک عالم سے، پھر ان کی رحلت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نصیبین علاقے کے پادری سے اور آخر میں ان کے حکم کی تعمیل میں عموریہ نامی بستی کے ایک صاحبِ علم سے مذہبِ نصاریٰ کا علم سیکھا۔

نصرانیت سے اسلام کی طرف

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سلسلۂ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب شہرِ عموریہ کے اس عالم کی وفات ہونے لگی تو میں نے ان سے پوچھا کہ میں آپ کی وفات کے بعد کس کے پاس جاؤں؟ انھوں نے بتایا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عیسائی عالم نہیں جو صحیح معنوں میں دین پر قائم ہو؛ البتہ عنقریب ایک نبی کا عرب میں ظہور ہوگا جو دینِ ابراہیمی پر ہوگا، ایک کھجوروں والے شہر کی طرف ہجرت کرے گا، اگر تجھ سے ہو سکے تو ان کی خدمت میں ضرور جانا، ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ صدقہ کا مال تو نہیں کھائیں گے؛ البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے، ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھ بکریاں اور کچھ گائیں جمع ہوگئی تھیں، میں عرب کی طرف جانے والے ایک قافلے کے ساتھ مل گیا اور ساتھ لے جانے کے عوض اپنے سارے جانوران کے حوالے کر دیے، انھوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا اور وادی ''قرا'' میں مجھے غلام بنا کر بیچ دیا، میرا آقا مجھے خرید کر ایک ایسے شہر لے آیا جس میں بہت سے کھجوروں کے درخت لگے ہوئے تھے، میں سمجھ گیا کہ یہ وہی شہر ہے جس میں آخری نبی ہجرت کریں گے، اس کے بعد میں اپنے آقا کی خدمت میں مصروف ہوگیا؛ لیکن میرا دل و دماغ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لگا رہتا تھا اور میں اسی سوچ میں رہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں جلوہ افروز ہوں گے۔

وہ آ گئے جن کا انتظار تھا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے پتا چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ تشریف لے آئے ہیں اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھ کر اس کی کاٹ چھانٹ میں مصروف تھا، میرے آقا کو یہ بات ایک یہودی نے بتائی جوان کا چچازاد بھائی لگتا تھا، اس نے کہا، العیاذ باللہ! ''خدا انصار کو ہلاک کرے کہ قبا میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نبی ہوں'' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں درخت سے نیچے اترا اور اس یہودی سے پوچھا کہ تم کیا بات کر رہے ہو؟ میرے آقا نے میرے منہ پر تھپڑ رسید کیا اور کہا کہ تو جا اپنا کام کر، میں واپس چلا گیا اور شام کو کام سے فارغ ہو کر بارگاہِ رسالت میں پہنچا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد فرما دیا پھر ہدیہ پیش کیا تو اسے قبول فرما لیا، اس کے چار دن بعد بقیع میں ایک جنازے کے موقع پر میں نے سلام کیا اور آگے پیچھے کو اٹھنے بیٹھنے لگا؛ تاکہ مہر نبوت دیکھ سکوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا ارداہ سمجھ گئے اور پشت مبارک سے کپڑا ہٹا دیا، میں نے مہرِ نبوت کو بوسہ دیا اور اس تیسری نشانی کے پورا ہونے پر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سامنے آؤ! میں سامنے آیا اور اے ابنِ عباس! جیسے آپ کے سامنے میں نے سارا واقعہ بیان کیا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ اسلام کر کے مسلمان ہو گیا۔

حضرت سلمانؓ کا باغ اور دستِ نبوی ﷺ کی برکت

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے آقا سے بدلِ کتابت پر آزادی طلب کی، اس نے کہا، چالیس اوقیہ سونا دے دو اور تین سو کھجور کے درخت لگاؤ، جب وہ پھل دینا شروع کر دیں گے تو تم میری طرف سے آزاد ہو، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بتایا تو ارشاد فرمایا کہ یہ شرط قبول کر لو، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو حکم دیا کہ سلمانؓ کی امداد کرو! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حسبِ استطاعت پودے لاتے رہے اور تھوڑی ہی دیر میں تین سو پودے پورے ہو گئے، پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے تین سو گھڑے کھودے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان پودوں کو لگایا اور برکت کی دعا فرمائی، اللہ تعالی نے دستِ نبویؐ کی برکت سے ان پودوں کو محض ایک سال کے عرصے میں بار آور فرما دیا، چالیس اوقیہ سونے کی ادائیگی باقی تھی، اس کا بھی اللہ تعالی نے خزانہ غیب سے یوں انتظام فرمایا کہ ایک انڈے کا

سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا: وہ مسکین مکاتب کدھر ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو ان کو فرمایا: یہ اپنے آقا کو دے دو، عرض کیا: حضور! یہ تھوڑا ہے، ارشاد فرمایا: اللہ تمہاری مدد کرے گا؛ چنانچہ جب اس کا وزن کروایا تو پورے چالیس اوقیہ نکلا، یوں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو آزادی کی زندگی ملی جو انھوں نے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں گزار دی۔

فضائل ومناقب

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر تھے، ان کی رائے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، غزوۂ احزاب کے موقع کے دشمن کے مقابلے میں دفاعی اقدام کے لیے انہیں کے مشورے سے خندق کھودی گئی، طرزِ زندگی انتہائی سادہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا، اس خدمت کے عوض ملنے والی ساری تنخواہ غریبوں پر خرچ کردیتے تھے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی آمد کا شوق رکھتی ہے، وہ علی، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

وفات حسرتِ آیات

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال پرملال سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۳۵ھ میں ہوا، مدائن میں آپ رضی اللہ عنہ کو سپردِ خاک کیا گیا، ترکہ میں ایک بڑا پیالہ، ایک پرانا کمبل، ایک لوٹا اور ایک تسلہ چھوڑا۔

رضی اللہ عنہ وارضاہ.

* * *

''علامہ ابن عابدین شامیؒ اور اُن کی کتاب ردالمحتار''

ایک تحقیقی دراسہ

از: مفتی محمد مصعب
نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

تیرہویں صدی ہجری میں خاتم المحققین علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء، وفات: ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء) کی شخصیت؛ وسعتِ مطالعہ، ذہانت وفطانت، دینی صلابت، متاخرین فقہائے کرام کے علوم پر وسعتِ نظر اوران کی تلخیص وتنقیح، متعارض آراء میں تطبیق وترجیح، مفتی بہ قول کی تحقیق وتعیین، فقہی استدراکات، اصولِ افتاء اور اصولِ فقہ پر گہری نظر، تواضع وحسنِ اخلاق، ورع وتقویٰ اور صاحب نسبت شیوخ کی مصاحبت وملازمت میں ممتاز مقام کی حامل تھی۔

آپ کے شیوخ کی شہادتیں ''عقود اللآلی فی الأسانید العوالی'' (ثبت ابن عابدین) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، بالخصوص درمختار کے سب سے پہلے محشی علامہ ابراہیم حلبی مذاری (م: ربیع الثانی ۱۱۹۰ھ) کے شاگرد شیخ محمد شاکر العقاد رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۱۵۷ھ/۱۲۲۲ھ) جن کی آپ نے زیادہ صحبت پائی اور جن سے آپ سب سے زیادہ متاثر رہے؛ ان کی نظم ونثر دونوں قسم کی اجازت قابلِ مطالعہ ہے اور معاصرین واقران اور بعد کے مؤرخین کی تصریحات شیخ عبداللطیف فرفور نے اپنی تحقیقی کتاب ''ابن عابدین واثرہ فی الفقہ الاسلامی'' میں نقل کردی ہیں۔

ردالمحتار کے امتیازات

علامہ ابن عابدین شامیؒ کی تصنیف ''ردالمحتار علی الدر المختار'' فقہِ حنفی میں ایک شاہکار تصنیف ہے، جوعلامہ شامیؒ کے الفاظ میں:

''بیش قیمت فروعات وجزئیات کی کثرت، مشکل وپیچیدہ جدید مسائل ومباحث کی تفصیل وتوضیح، عمدہ ابحاث، بہترین نکات، لاینحل بحثوں کی عقدہ کشائی، متاخرین کی کتب اورنوازل وحوادث کے تعلق سے انوکھے فوائد پر مشتمل فقہی رسائل کی تلخیص، کتب فتاویٰ اور کتب شروح وحواشی میں موجود

تسامحات کی نشاندہی اور قول راجح کی تحقیق میں صرف کی گئی انتھک کوشش کی وجہ سے اہل قضاء اور اہل افتاء کے لیے معتمد و مستند مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔“ (مستفاد از: ردالمحتار:۱۲/۴۲۴، ۴۲۵، فرفور، مقدمہ ردالمحتار:۱/۴،۵، فرفور، ملخصا)

علامہ شامیؒ کی بیان کردہ یہ خصوصیات مبنی برحقیقت ثابت ہوئیں، بعد کے محققین نے ان خصوصیات کا بجا طور پر اعتراف کیا، صرف ایک تصریح ملاحظہ فرمائیں:

شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ لکھتے ہیں:

”هذا الكتابُ هو أجمعُ كتابٍ في الفقه الحنفي من كتب الفتوى والترجيح، ويعتبر لدى علماءِ المذهبِ مُنخَلَ المذهب فيما عليه الفتوى ولا يكاد يعول على فتوى في الفقه الحنفي دون الرجوع إلى هذا الكتاب“. (تراجم ستة من فقهاء العالم الاسلامی، ص:۸٦، مکتب المطبوعات الاسامیۃ، حلب، طبع اوّل ۱۴۱۷/۱۹۹۷)

اس اقتباس میں ”مُنخَلَ المذهب فيما عليه الفتوىٰ“ کا جملہ قابل توجہ ہے۔

منخل چھلنی کو کہتے ہیں، یعنی: ردالمحتار کی حیثیت چھلنی کی ہے، جس کے ذریعے مذہب حنفی کے مفتی بہ اقوال محقق و منقح ہوکر سامنے آئے۔

فقہ حنفی میں بدائع اور شامی کی انفرادیت

جس طرح بدائع الصنائع کا امتیاز ہے کہ اس کے ذریعے تاسیسِ نو کی شکل میں فقہ حنفی کی تزیین وترتیب سامنے آئی، اسی طرح ردالمحتار سے مذہب حنفی کی سیکڑوں کتابوں کی تحقیق و چھان بین عمل میں آئی اور مسئلہ کی تنقیح وترجیح کے تئیں ان کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ درج ہونے کی بنا پر مذہب حنفی پہلی بار اس طرح منقح ہوا۔

الغرض! یہ کتاب تقریباً دوصدی سے اہلِ فقہ وفتاویٰ کے لیے مرجع وماخذ بنی ہوئی ہے، مذہب حنفی کے کسی بھی مسئلے کی تحقیق کے لیے آج حاشیہ ابن عابدین کی مراجعت ضروری ہے، فقہ وفتاویٰ کا کوئی طالب علم یا مفتی اس کتاب سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

ان خصوصیات کے باوصف اہم ابحاث ومسائل کی تحقیق کے وقت مصادر اصلیہ کی مراجعت، نیز اکابر دیوبند کی کتب فقہ وفتاویٰ سے استفادہ کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، مسائل کی تحقیق کے وقت صرف ”ردالمحتار“ پر انحصار مختلف وجوہ سے مناسب نہیں ہے۔ (تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں)

اکابر کی فقہی تحقیقات کی اہمیت

راقم نے سب سے پہلے ۱۴۳۳ھ میں حضرت اقدس مولانا مفتی خورشید انور صاحب گیاوی دامت برکاتہم (استاذ حدیث وفقہ ونگراں مطالعۂ شامی دارالعلوم دیوبند) کی نگرانی میں ''ردالمحتار'' کی ''کتاب الحظر والاباحۃ'' کا مطالعہ کیا تھا، اس دوران چند مقامات پر اپنے اکابر کی کتابوں سے مراجعت کی ضرورت بھی پیش آئی، چاندی اور سونا جڑے ہوئے برتن سے پانی پینے کے مسئلے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے شارح نُقایہ علامہ قہستانیؒ کے حوالے سے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی قدس سرہ کا ''اعلاء السنن'' میں استدراک پڑھ کر احساس ہوا تھا کہ ''ردالمحتار'' کی قدرومنزلت اور وقعت واہمیت کے باوجود اہم مسائل میں دیگر مصادر، بالخصوص اکابر دیوبند کی فقہی تحقیقات بھی پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ (مذکورہ مسئلے کی تحقیق کے لیے دیکھیے: اعلاء السنن: ۱۷/۳۰۰، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، طبعۃ ثالثۃ: ۱۴۱۵ھ)

شامی سے استفادہ کے وقت چند مصادر کی اہمیت

''ردالمحتار'' کے اہم اور پیچیدہ مباحث میں نقولِ فقہیہ کی اصل سے مراجعت کے ساتھ ساتھ اگر مزید چند مصادر سامنے رہیں تو بحث سمجھنے میں بصیرت اور تشفی حاصل ہوتی ہے، مثلاً:

(الف) مشہور محدث وفقیہ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ (م: ۱۱۴۳ھ) کے شاگرد، درمختار کے سب سے پہلے محشی، جامع ازہر میں درمختار کے سب سے پہلے مدرس اور ''آیا صوفیہ'' ترکی کے سابق محدث علامہ ابراہیم حلبی مداری (م: ۱۱۹۰ھ) (بالذال کما حققہ الکوثریؒ، مقدمات الکوثری، ص: ۱۰۳، دارالثریا، دمشق، بیروت) کا مشہور حاشیہ ''تحفۃ الاخیار علی الدرالمختار'' جو ''حاشیۃ الحلبی'' کے نام سے معروف ہے۔ (درمختار کے حواشی میں حاشیۃ الحلبی کا امتیاز اور ''ردالمحتار'' جیسی عظیم الشان تالیف میں اس کے اثرات ایک اہم موضوع ہے، جس پر آگے کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

(ب) قارہ کے سابق مفتیِ اعظم، دیارِ مصر کے خاتم المحققین، مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحطاوی مصریؒ (م: ۱۲۳۱ھ) کا حاشیہ علی الدرالمختار (جس کا اہم ترین مصدر حاشیۃ الحلبی ہے)۔

(ج) شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کے دوسرے شاگرد شیخ مصطفیٰ بن محمد رحمتی دمشقی مہاجر مدنیؒ (وفات: ۴/ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ) کا ''حاشیہ علی الدرالمختار'' جو ''حاشیۃ الرحمتی'' کے نام سے معروف ہے۔

(د) صاحب تنویر الابصار شیخ شمس الدین محمد بن عبداللہ تمرتاشیؒ (۹۳۹ھ/۱۰۰۶ھ راجح قول کے مطابق) کی خود کی لکھی ہوئی شرح ''منح الغفّار شرح تنویر الابصار''۔

(ھ) علامہ شامیؒ کے معاصر، اپنے زمانے میں علمائے مدینہ منورہ کے سرپرست، صحاح ستہ کے مدرس اور شارحِ مسندابی حنفیہ شیخ محمد عابد سندھیؒ (۱۱۹۰ھ/۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۵۷ھ) کی آخری عظیم الشان مبسوط شرح ''طوالع الانوار علی الدر المختار''۔

ردالمحتار سے شغف رکھنے والے اہل اِن مصادر کی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں۔

مقدمۂ شامی کی ایک نئی تحقیق وتعلیق

حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم کی توجہ اور حضرت کی ترغیب وتشویق سے فتویٰ نویسی کی خدمت کے ساتھ دو باصلاحیت اور محنتی فاضل جناب مولانا مفتی محمد حبان بیگ قاسمی اور جناب مولانا مفتی مصباح الاسلام قاسمی کی شراکت سے تقریباً پانچ سال مقدمۂ شامی کی تحقیق و تعلیق میں صرف ہوئے، حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم نے تحقیقی حواشی پر نظر ثانی فرمائی، نیز حضرت مولانا مفتی خورشید انور گیاوی دامت برکاتہم نے پورے مسودہ پر حرفاً حرفاً گہری نظر ڈالنے کے بعد ایک قیمتی رپورٹ بھی تحریر فرمائی، جس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''حسبِ ارشاد احقر نے فتاویٰ شامی پر تحقیق وتعلیق کے پورے مسودہ کو دیکھا اور بغور دیکھا، مدتِ کار اور رجالِ کار کی تعداد سے قطعِ نظر کتاب دیکھ کر اندازہ ہوا کہ حوالوں کی تخریج اور تحقیق وتعلیق میں بڑی محنت کی گئی ہے اور بڑی جاں فشانی سے نہایت مفید حواشی تیار کیے گئے ہیں، جو خود ایک مبسوط شرح کے قائم مقام ہیں، منہجی رسالہ کے مطابق تنویرالابصار، درمختار اور ردالمحتار کی تصحیح کا اہتمام، نیز درمختار وشامی کی عبارتوں کا تجزیہ کیا گیا ہے اور علاماتِ ترقیم لگائی گئی ہیں، ضروری اعراب اور عناوین لگانے کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کی تحقیق، اصطلاحات کی تعریف، اجمال کی وضاحت، احادیث وآثار کی تخریج، اصطلاحات کی تعریف، اجمال کی وضاحت، احادیث وآثار کی تخریج، اشعار کی تخریج اور متعلقہ کتابوں کی عبارتوں کی تخریج کی گئی ہے اور اعلام، کتب اور بلدان، اماکن کے تعارف کے ساتھ نفسِ مسئلہ پر کلام کیا گیا ہے، جو کچھ لکھا گیا ہے، حوالہ کے ساتھ لکھا گیا ہے، منہج اور طریق کار بھی جدید طرز کے مطابق ہے، مجموعی اعتبار سے کام اہم اور قابلِ قدر ہے، تکمیل ہوجائے تو ایک اچھا کام ہوجائے گا۔'' اھ (اقتباس از رپورٹ)

اس رپورٹ کی بنیاد پر دارالعلوم دیوبند کے موقر اراکین شوریٰ نے مجلس شوریٰ منعقدہ ۴، ۵/صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴، ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء میں مکتبہ دارالعلوم سے اس مقدمہ کی طباعت کی

اجازت مرحمت فرمائی۔

مقدمۂ شامی کی تحقیق وتعلیق میں الحمدللہ آٹھ سو پانچ (۸۰۵) مصادر سے استفادہ کیا گیا، جن کی تفصیلات مقدمہ کے آخر میں ثبت ہیں، نیز تحقیق وتعلیق کا منہج کتاب کے شروع میں موجود ہے۔

الغرض! ''کتاب الحظر والاباحۃ'' کے مطالعہ اور مقدمہ کی تحقیق وتعلیق سے مجموعی طور پر ''ردالمحتار'' کی وقعت واہمیت اور خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کی حیرت انگیز وسعت علمی کا تاثر قلب ودماغ میں قائم ہوگیا تھا اور ''ردالمحتار'' کے بالاستیعاب مطالعہ کا عزم کرلیا تھا اور یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہوسکے اس کے مصادر ومراجع سے واقفیت حاصل کرکے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

''ردالمحتار'' کے مصادر کا حصول اوران کی مراجعت کی اہمیت

''ردالمحتار'' کے مصادر کا حصول اور اُن کی مراجعت کا کام کافی مشکل، اہم اور نازک سمجھا جاتا رہا ہے، شیخ محمد سعید رمضان البوطی (رئیس شعبۂ ادیان وعقائد، جامعہ دمشق) نسخۂ فرفور کی تقدیم میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فابن عابدين كان إلى جانب علمه الغزير مثال الأمانة في عزوه ونقوله وإحالاته، والمراجع التي أحال إليها كثرية متنوعة جدًا أكثرها لا يزال مخطوطاً وأكثر المخطوطات منها غريب ونادر يعز العثور عليه، ثم إن الاشتياق من النقل عن طريق المقارنة بين ما رواه ابن عابدين وبين النص المثبت في المصدر المروي عنه يحتاج إلى جهد مضن وإلى مزيد صبر وأناة، وربما اختلط مصدر معزو إليه بغيره، وتشابهت الأسماء أسماء الكتب أو أسماء الرجال، فاحتاج الأمر إلى ذيول متشعبة من تحقيقات تتطلب مزيدًا من الجهد". اهـ

''علامہ ابن عابدینؒ کی شخصیت؛ وسعت علمی کے ساتھ نقول وحوالہ جات کے تعلق سے امانت ودیانت کے وصف میں ایک مثالی ہے، جن مصادر کا انھوں نے حوالہ دیا ہے، وہ بہت زیادہ ہیں اور متنوع قسم کے ہیں، ان میں سے اکثر ابھی تک مخطوطے کی شکل میں ہیں، مخطوطات میں بھی کچھ ایسے نادر اور نایاب ہیں کہ ان تک رسائی آسان نہیں ہے۔

پھر علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے نقول کی اصل مصادر سے مراجعت ومقارنت بڑا صبر آزما عمل ہے، بسا اوقات ایک مصدر کا دوسرے کے ساتھ التباس ہوجاتا ہے، کتابوں یا مصنّفین

کے نام ایک دوسرے کے مشابہ ہوجاتے ہیں اور مختلف ناحیوں سے محنت طلب تحقیقات کی ضرورت پیش آتی ہے۔'' (ردالمحتار:۱/۱۱، دارالثقافۃ والتراث، دمشق، طبع اوّل:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

''ردالمحتار'' کے مباحث کی تنقیح وتلخیص کی ضرورت

نسخۂ فرفور کی اشاعت کے بعد ردالمحتار کے متن کی تحقیق اور مصادر کی توثیق کا عظیم کام (بعض مصادر کو چھوڑ کر) الحمد للہ بحسن وخوبی پورا ہوگیا، ادھر شیخ لوئی بن عبدالرؤف الخلیلی الحنفی کی کتاب ''لآلی المحار فی تخریج مصادر ابن عابدین'' بھی دو جلدوں میں شائع ہوچکی ہے؛ البتہ ''ردالمحتار'' کے مصادر کی مراجعت اور بعد کی معتبر کتب فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں اس کے مباحث کی تلخیص وتنقیح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، ہمارے اکابر کی عبارت فہمی کافی مضبوط تھی اور وہ علم وفہم کے اس درجے پر فائز تھے کہ فتاویٰ شامی کی بحث کا صحیح خلاصہ نکالنا ان کے لیے مشکل نہ تھا؛ لیکن آج شامی کی بحث کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا، قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسئلہ نکالنا، اقتباسات کے منشا تک پہنچنا اور خصوصاً ایسے مباحث میں جہاں علامہ شامیؒ نے کوئی واضح نتیجہ ذکر نہ کیا ہو؛ صحیح رائے قائم کرنا؛ ایک مشکل امر ہے؛ لیکن علامہ ابن عابدینؒ کی وفات کو آج تقریباً دوصدی ہونے کو ہے، اس درمیان اردو اور عربی میں فقہ حنفی کا ایک بڑا ذخیرہ وجود میں آچکا ہے، جو شامی کے مباحث کی تنقیح میں بلاشبہ معاون بن سکتا ہے، بالخصوص ہمارے اکثر اکابر نے فقہی مسائل وابحاث کی تحقیق کے وقت ردالمحتار کو سامنے رکھا ہے، اس لیے اکابر کی فقہی تحقیقات اس تعلق سے کافی معاون ثابت ہوتی ہیں۔

بنابریں احقر نے مقدمۂ شامی کی تحقیق وتعلیق کے بعد ''التنقیح المختار لردالمحتار'' کے عنوان سے ''ردالمحتار'' کی کتاب الوضوء پر تنقیح وتلخیص کا کام شروع کیا تھا (جس کا ایک نمونہ ان شاء اللہ آگے پیش کیا جائے گا) لیکن مناسب معلوم ہوا کہ پہلے علامہ ابن عابدین اور ان کی کتاب ''ردالمحتار'' کا تفصیلی دراسہ لکھنا چاہیے۔

اس موضوع کے انتخاب سے بندہ کی غرض جہاں مبادیات کے تحقیقی مطالعہ کا موقع فراہم کرنا ہے، وہیں ایک اہم مقصد یہ ہے کہ آگے چل کر اس کے ذریعے ''ردالمحتار'' کی تحقیق وتنقیح میں ان شاء اللہ معاونت ملے گی اور مسائل پر کلام کرنے میں بصیرت حاصل ہوگی، وما ذلك على الله بعزيز.

''المدخل الی علوم کذا'' جیسی کتاب کی حیثیت

آخری دور میں علمی انحطاط کی بنا پر ''المدخل الی علوم کذا'' کے عنوان سے یہ موضوع ایک مستقل فن کی صورت اختیار کرگیا ہے اور اس عنوان سے ہر علم وفن کے مبادیات پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور مستقل لکھا جارہا ہے؛ لیکن احقر کا احساس یہ ہے کہ محض ایک یا دو کتاب سے اس موضوع پر بصیرت

حاصل نہیں کی جاسکتی، اس کے لیے ایک لمبی مدت تک نفس کتاب اور اصل مصادر ومراجع سے براہ راست تعلق رکھنا، ماہرفن اساتذہ کی صحبت اختیار کرنا، مطالعہ میں وقت وتدبر اور اقران ومعاصرین کے ساتھ مذاکرہ ومناقشہ ضروری ہے، اس موضوع کی کسی بھی کتاب کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک دلیل اور معاون کی ہوسکتی ہے اور بس۔

علامہ طاہر جزائریؒ کی تالیف ''توجیہ النظر'' کا پس منظر

چودہویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت، مشہور محدث شیخ طاہر الجزائری الدمشقی (۱۲۶۸ھ/ ۱۳۳۸ھ) سیرت کے موضوع پر ایک مستند ومعتبر کتاب تصنیف کرنا چاہتے تھے؛ لیکن اس سے پہلے انھوں نے علم مصطلح الحدیث پر ایک ضخیم اور جامع کتاب ''توجیہ النظر الی اصول الاثر'' اس لیے لکھی؛ تاکہ بعد میں سیرت کی روایات کی کما حقہ تحقیق کرنا آسان ہو، علامہ جزائری کے اس مقصد کو شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے:

"هذا مقصد جليل نبيل هام جدًا"

(مقدمہ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ علی توجیہ النظر الی اصول الاثر، ص:۸، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

مقصد کے اشتراک سے قطع نظر ظاہر ہے کہ ناچیز بندہ کی کاوش کی حیثیت ایک طالب علمانہ ہی رہے گی، جو ماہرفن محققین کی نظر ثانی کے بعد ممکن ہے کہ کسی قدر قابلِ استفادہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کام کو بسہولت پایۂ تکمیل تک پہنچائے، اصل کام "التنقيح المختار لرد المحتار" کے لیے مضبوط بنیاد بنادے اور ہر طرح کی مدد ونصرت عطا فرمائے، آمین! یارب العالمین۔

* * *

''اصولِ کرخی'' کے تین قواعد کی تشریح

از: مفتی محمد طارق محمود
مدرس ومعین مفتی جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

[''اصولِ کرخی'' حنفیہ کے فقہی ضوابط پر ایک معروف رسالہ ہے۔اس کا اصل نام''مدار الاصول'' ہے۔اس کے تین قواعد ۲۹، ۳۰، ۳۱ کے بارے میں ایک طالب علم نے تحریری جواب طلب کیا تھا۔اس کا جواب بندہ نے لکھا اور حضرت الاستاذ مولانا نورالبشر حفظہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت نے پسند فرمایا اور مزید کچھ اضافے کی رائے دی؛ چنانچہ مزید اضافہ کیا اور پھر وہ جواب حضرت الاستاذ مفتی محمد نوید خان حفظہ اللہ کی تصویب سے فتوی کی شکل میں جاری ہوا۔اس فتوے کا متن قدرے اختصار واضافے کے ساتھ مضمون کی صورت میں مرتب پیش کیا جارہا ہے۔پہلے کچھ تمہیدی امور مذکور ہیں۔ان کے بعد ان تینوں قواعد کی عبارت مع ترجمہ ہے۔اس کے بعد ان کی صحیح مراد واضح کی گئی ہے۔]

امام کرخی کے حالات

ابوالحسن عبیداللہ بن حسین کرخی نام ہے۔زمانہ ۲۶۰ - ۳۴۰ھ ہے۔حنفیہ کے مشہور فقیہ اور اصولی ہیں۔ابوحازم اور ابوسعید بردعی کے بعد آپ حنفیہ کے سب سے بڑے امام ہوئے۔ابوبکر رازی، ابوعبداللہ دامغانی، ابوعلی شاشی، اور ابوالقاسم علی بن محمد تنوخی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔آپ صوم وصلاۃ کے بڑے پابند اور فقر وحاجت پر بڑے صبر کرنے والے تھے۔آخری عمر میں فالج ہوگیا تو تلامذہ نے بادشاہ سیف الدولہ کو ان کے بارے میں لکھا۔آپ کو پتا چلا تو رو پڑے اور دعا کی: ''اے اللہ! میرا رزق وہیں سے دیجیے جہاں سے مجھے آپ دیتے ہیں''۔سیف الدولہ کا عطیہ ۱۰۰۰۰ درہم پہنچنے سے پہلے انتقال ہوگیا۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔(مأخذہ: الجواہر المضیۃ: ۱/۳۳۷) بعض نے ان پر معتزلی ہونے کا طعن کیا ہے؛ لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، جیسا کہ شرح ''مدار الاصول'' کے محقق دکتور اسماعیل عبد عباس نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

مجتہد شارح ہے، نہ کہ شارع

یہ بات واضح ہے کہ مجتہد کی حیثیت اسلامی قانون کی شرح کرنے والے کی ہے، نہ کہ قانون بنانے والے کی؛ لیکن تنبیہ کے درجے میں اہلِ علم کی کچھ نصوص اس بارے میں درج کی جاتی ہیں۔

قال الامام أبو حنیفة: آخذُ بکتاب اللّٰه، فما لم أجد فسنة رسول الله ﷺ، فما لم أجدُ فی کتابِ اللّٰه ولا سنةِ رسوله آخذُ بقول أصحابِه، آخذُ بقول من شئت منهم وأدعُ قولَ من شئت ولا أخرجُ من قولهم إلی قولِ غیرهم. (دراسات فی اصول الحدیث: ص۱۴) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں، جو بات اس میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لیتا ہوں، جو بات کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت میں نہ ملے تو آپ کے صحابہ کے قول کو لیتا ہوں۔ ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں (راجح ہونے کی بنا پر) اسے لیتا ہوں، اور جس کے قول کو چاہتا ہوں (مرجوح ہونے کی بنا پر) اسے چھوڑتا ہوں۔

صح عنه (أی عن الامام ابی حنیفة) أنه قال: اذا صَحَّ الحدیثُ فهو مذهبی. وقد حکی ذلك ابن عبد البر عن أبی حنیفة وغیره من الأئمة. ونَقَلَه أیضا الامامُ الشعرانی عن الأئمة الأربعة. ولایخفی أن ذلك لمن کان أهلًا للنظر فی النصوص ومعرفة محکمها من منسوخها. (ردالمحتار: ۱/۶۷، ۶۸ مطلب صح عن الامام أنہ قال: اذا صح الحدیث فهو مذہبی) امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ سے یہ بات نقل کی ہے۔ اور امام شعرانی نے بھی ائمہ اربعہ سے یہ بات نقل کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام اس کا ہے جو دلائل میں غور کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور محکم کو منسوخ سے جدا کرسکے۔

وفی الظهیریة: روی عن أبی حنیفة أنه قال: لایحل لأحد أن یفتی بقولنا مالم یعلم من أین قلنا. (البحر الرائق: ۶/۲۹۳) امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: کسی کو ہمارے قول پر فتوی دینا درست نہیں جب تک کہ اسے اس کی دلیل معلوم نہ ہوجائے۔ قال زفر: لا تَلْفِتُوا إلی کلامِ المخالفین فان أباحنیفة وأصحابنا لم یقولوا فی مسئلة إلّا من الکتاب والسنةِ والأقاویلِ الصحیحةِ ثم قَاسُوا بعدُ علیهما. (مناقب الموفق: ۱/۸۳) امام زفر فرماتے ہیں: مخالفین کی باتوں کی پروا نہ کرو؛ کیونکہ ابوحنیفہ اور ہمارے علماء نے کتاب وسنت اور صحیح اقوالِ (صحابہ) سے ہی احکام لیے ہیں، پھر ان پر قیاس کیا ہے۔ ابن المبارك قال: لاتقولوا رأی أبی حنیفة

ولكن قولوا تفسير الحديث. (**الوجیز: ص۵۰**) **عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: ابوحنیفہ کی رائے نہ کہو؛ بلکہ کہو وہ حدیث کی تفسیر ہے۔**

قال محمد بن الحسن: لا يستقيم الحديث إلّا بالرأى، ولايستقيم الرأى إلّا بالحديث. (**اصول البزدوی: ص۵**) **امام محمد فرماتے ہیں: حدیث بغیر رائے کے سمجھ نہیں آتی، اور رائے بغیر حدیث کے صحیح نہیں ہوتی۔** اعلم أن أصولَ الشرع ثلاثة: الكتاب والسنة واجماع الأمة. والأصل الرابعُ القياسُ. (**المنار مع کشف الاسرار: ۱۲/۱**) **جان لو کہ شریعت کی دلیلیں تین ہیں: کتاب، سنت اور اجماع امت۔ اور چوتھی دلیل قیاس ہے۔** قال أبوعمر: ليس أحد من علماء الأمة يثبت حديثًا عن رسول الله ثم يرده دونَ ادعاءِ نسخٍ بأثرٍ مثلِهِ أو باجماعٍ أو بعملٍ يجبُ على أصله الانقيادُ إليه أوطعنٍ فى سنده. ولوفعل ذلك أحد سقطت عدالته فضلا عن أن يتخذ اماما ولزمه اسم الفسق ولقد عافاهم الله عزوجل من ذلك. (**جامع بیان العلم: ۱۰۸۰/۲**) **ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ علمائے امت میں سے کوئی نہیں کہ رسول اللہ کی حدیث نقل کرے اور پھر اسے رد کردے بغیر اس کے کہ اس کے منسوخ ہونے کا دعوی کرے، اس جیسی حدیث سے یا اجماع سے یا اس عمل سے جسے اس کے ہاں لینا ضروری ہو، یا سند میں طعن کرے۔ اور اگر ایسے کرے (بغیر معارض کے حدیث کو رد کرے) تو اس کا دیندار ہونا ہی ختم ہوجائے گا چہ جائے کہ اسے امام بنایا جائے، اور وہ فاسق ہوجائے گا اور اللہ تعالی نے انھیں اس سے محفوظ رکھا ہے۔ ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ کی برات کے بیان میں یہ بات کہی ہے۔**

تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث وارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان کی ہے۔ اتباع حدیث مقصود بالذات ہوگا اور امام ابوحنیفہ محض واسطہ فی التفہیم ہوں گے۔ جس مسئلے میں اختلاف ہوتا ہے اس میں احادیث مختلف ہوتی ہیں۔ (خطبات حکیم الامت: ۳۱/۱۵، ۳۲)

مجتہد کا قول حدیث کے مخالف ہو تو چھوڑ دیا جاتا ہے

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ یہ حکم مخالفت کا (یعنی مجتہد کے کسی قول کے حدیث کے مخالف ہونے کا حکم) ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو، درایت میں حاذق ومبصر ہو اور جس شخص میں بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس حکم کی مخالفت کرنا معتبر نہیں۔ جیسا مقصد سوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں۔ جس سے منصف کو یہ بھی معلوم

ہوسکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آج کل جہلاء، بے چارے اس کا احاطہ کب کر سکتے ہیں؟؛ چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا یا فوراترک کر دیا۔

جیسا حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک ہونا مصرح ہے؛ لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ ہوگی؛ چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھے مسئلے کے، کہ ان میں تردد رہا۔ ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا۔ اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں بھی ضبط کیا تھا؛ مگر اتفاق سے وہ تلف ہوگیا؛ مگر اس کے ساتھ ہی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے؛ کیونکہ انھوں نے قصداً خلاف نہیں کیا، خطائے اجتہادی ہوگئی۔ جس میں بروئے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔ (الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد: ص۵۶) اور فرماتے ہیں: متبحر عالم اگر کسی مسئلہ کو خلاف دلیل سمجھے تو اس کا سمجھنا معتبر ہوگا۔ ایسے حضرات کا فہم معتبر ہوسکتا ہے جیسے حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا نانوتوی۔ (تحفۃ العلماء: ص۸۶۶، افادات حضرت تھانوی)

اذا أفتى المجتهد وظهر أن فتواه مخالف للكتاب أوالسنة وجب علينا اتباع الكتاب والسنة. روى البيهقى فى المدخل باسناد صحيح الى عبد الله بن المبارك قال: سمعت أباحنيفة يقول: اذا جاء عن النبى ﷺ فعلى الرأس والعين. (المظهرى:۲/۵۳) قلت: ولايظهر ذلك الا لمجتهد كامل أو لمجتهد فى المذهب بشرائط ولايظهر ذلك لكل أحد من الناس فافهم. (احکام القرآن للعثمانی: ۲/۲۹۴) جب مجتہد نے فتوی دیا اور اس کے فتوی کا کتاب یا سنت کے مخالف ہونا ظاہر ہوا تو ہم پر کتاب وسنت کی پیروی واجب ہے۔ بیہقی نے المدخل میں عبد اللہ بن مبارک تک صحیح سند سے روایت کیا ہے کہتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہؒ کو فرماتے ہوئے سنا: جب نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات ثابت ہو تو وہ سرآنکھوں پر ہے۔ میں (مولانا ظفر احمد عثمانی) کہتا ہوں: یہ (مخالفت کا فیصلہ) مجتہد کامل یا مجتہد فی المذہب ہی کا حق ہے شرائط کے ساتھ۔ ہر شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔

قال النووى: وهذا الذى قاله الشافعى (أى قوله: اذ اصح الحديث فهو مذهبى) ليس معناه أن كل أحد رأى حديثا صحيحا قال هذا مذهب الشافعى وعمل بظاهره. وانما هذا فيمن له رتبة الاجتهاد فى المذهب على ماتقدم من صفته أو قريب منه. وشرطه أن يغلب على ظنه أن الشافعى لم يقف على هذا الحديث أو لم يعلم صحته. وهذا انما يكون بعد مطالعة كتب الشافعى كلها ونحوها من كتب أصحابه الآخذين عنه وما أشبهها۔وهذا

شرط صعب قل من يتصف به. وانما اشترطوا ما ذكرنا لأن الشافعی ترك العمل بظاهر أحاديث كثيرة رآها وعلمها لكن قام الدليل عنده على طعن فيها أو نسخها أو تخصيصها أو تأويلها أو نحوذلك. قال الشيخ أبوعمرو: ليس العمل بظاهر ما قاله الشافعی بالهين فليس كل فقيه يسوغ له أن يستقل بالعمل بمايراه حجة من الحديث. (المجموع شرح المهذب:۱/۶۴) نووی کہتے ہیں: اور یہ جو امام شافعی نے فرمایا ہے (کہ جب حدیث ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے) اس کے یہ معنی نہیں کہ جو بھی صحیح حدیث دیکھے یہ کہنے لگے کہ یہ شافعی کا مذہب ہے اور اس کے ظاہر پر عمل کرلے۔ یہ صرف اس کے لیے ہے جسے اجتہاد فی المذہب کا رتبہ حاصل ہو جیسے پہلے بیان ہوا یا اس کے قریب ہو۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسے گمان غالب ہوجائے کہ شافعی کو یہ حدیث نہیں ملی یا اس کا صحیح ہونا انھیں معلوم نہیں ہوا۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ جب شافعی کی سب کتب کا مطالعہ ہوجائے اور ان کے تلامذہ وغیرہ کی کتابوں کا بھی مطالعہ ہوجائے۔ اور یہ کڑی شرط ہے۔ کم لوگ اس درجے کے ہوتے ہیں۔ اور یہ شرط اس وجہ سے لگائی ہے کہ شافعی نے بہت سی احادیث جو انھیں معلوم تھیں ان کے ظاہری معنی ترک کردیے؛ کیونکہ ان میں طعن یا نسخ یا تخصیص یا تاویل وغیرہ کی دلیل ان کے ہاں پائی گئی تھی۔ شیخ ابوعمرو فرماتے ہیں: امام شافعی کے قول پر عمل کرنا آسان نہیں۔ ہر فقیہ کو یہ حق نہیں کہ وہ جو حدیث صحیح سمجھے اس پر عمل کرنے میں خود مختار ہوجائے۔ اور ظاہر ہے کہ امام شافعی کے اس قول کی جو مراد ہے وہی دیگر ائمہ کے اس قول کی مراد ہے۔

حسن ظن ہر مسلمان کا حق ہے

قال المهلب: قد أوجب الله تعالى أن يكون ظنُ المؤمن بالمؤمن حُسنًا أبدًا اذ يقول: لولا اذ سمعتموة ظنَّ المؤمنونَ والمؤمناتُ بأنفسِهِمْ خيرًا وقالوا هذا افك مبين (النور:۱۲) فاذا جعل الله سوء الظن بالمؤمنين إفْكًا مبينًا فقد ألزم أن يكون حسن الظن بهم صدقا بينا. (شرح صحیح بخاری ابن بطال:۹/۲۶۱) ومثلہ فی التفسیر المظہری:۶/۴۷۶۔ عن سعيد بن المسيب قال: كتب الى بعض اخوانى من أصحاب رسول الله ﷺ أن ضع أمر أخيك على أحسنه مالم يأتك ما يغلبك ولا تظنن بكلمة خرجت من امرئ مسلم شرا وأنت تجد له فى الخير محملا. وقد روينا بعض هذه الألفاظ عن أمير المؤمنين عمر. (شعب الایمان:۱۰/۵۵۹،۷۹۹۲) مہلب کہتے ہیں: اللہ تعالی نے لازم ٹھہرایا ہے کہ مومن کا مومن کے ساتھ گمان ہمیشہ اچھا ہو؛ چنانچہ فرمایا ہے: جس وقت تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو ایسا

کیوں نہ ہوا کہ مؤمن مرد بھی اور مؤمن عورتیں بھی اپنے بارے میں نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے؟ (آسان ترجمہ قرآن: ص۷۴۵) سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: بعض صحابہ نے مجھے لکھا: اپنے بھائی کے حال کو اچھے سے اچھا سمجھو جب تک کہ اس کے خلاف کوئی پکی بات تمھیں معلوم نہ ہوجائے اور کسی مسلمان کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو برا نہ سمجھو جب تک کہ اس کے اچھے معنی مراد لے سکو۔ ان میں سے کچھ الفاظ امیر المؤمنین عمر سے بھی ہم نے روایت کیے ہیں۔

اصول کرخی کے تین قواعد ۲۹-۳۱

التاسع والعشرون قال: إنَّ كُلَّ آيةٍ تُخالفُ قولَ أصحابنا فَإنَّها تُحمل على النسخِ أو على الترجيحِ، وأولىٰ ذلك أنْ تحملَ على التأويل من جهة التوفيق.

الثلاثون قال: خبر يجيء بخلاف قول أصحابنا فإنَّهُ يُحْمَلُ على النسخ أو على أنه معارضٍ بمثله ثم يُصارُ الى دليلٍ آخرَ ويرجح كما يحتج به أصحابنا من وجوه الترجيح أو يُحمل على التوفيق. وانما يفعل ذلك على حَسَبِ قيامِ الدليل. فإنْ قامتْ دلالةُ النسخِ يُحمل عليها وان قامتُ الدلالةُ على غيره صِرْنا إليه على حسبه.

الحادى والثلاثون قال: إذا وَرَدَ عن الصحابى مخالفًا لقول أصحابنا فَإنْ كان لايصحُ فى الأصل كفينا مُؤْنَةُ جوابِه وان كان صحيحا فى موردِه فقد سبق ذكرُ أقسامِه وهو الحمل على النسخ أو على أنه معارض بمثله الا أن أحسنَ الوجوه وأبعدَها عن الشبهة أنه اذا ورد حديثُ الصحابى فى غير موضعِ إلاجماع أن يجعل على التأويل بينه وبين صحابى مثله. (اصول الکرخی مع شرحہ للنسفی: ص۸۶-۹۴)

انتیسواں قاعدہ: ہر آیت جو ہمارے علماء کے قول کے مخالف ہو تو وہ منسوخ یا مرجوح سمجھی جائے گی۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس میں تطبیق کی رو سے تاویل سمجھی جائے۔

تیسواں قاعدہ: جو حدیث ہمارے علماء کے قول کے خلاف ہو تو اسے منسوخ یا معارض بالمثل سمجھا جائے گا۔ پھر دوسری دلیل کی طرف رجوع ہوگا اور ترجیح دی جائے گی جیسے ہمارے علماء دلیل لیتے ہیں وجوہ ترجیح میں سے یا تطبیق پر محمول کیا جائے گا۔ اور یہ دلیل موجود ہونے کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ اگر نسخ کی دلیل ہو تو یہ مراد لیا جائے گا۔ اور اگر کسی اور معنی کی دلیل ہو تو وہ مراد لیا جائے گا۔

اکتیسواں قاعدہ: جب صحابی کا کوئی قول ہمارے علماء کے قول کے مخالف ہو تو اگر وہ ثابت ہی نہیں تو اس کے جواب کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر ثابت ہو تو اس کی قسمیں پہلے ذکر ہوچکی ہیں۔ یعنی

منسوخ سمجھنا یا معارض بالمثل سمجھنا۔تاہم سب سے بہتر یہ ہے کہ جب قول صحابی اجماعی مسئلے کے علاوہ کسی مسئلے میں آئے تو اس طرح کے دوسرے صحابی کے قول کی بنا پر اسے مؤول سمجھا جائے۔

ان قواعد کی صحیح مراد

مجتہدین نے ایک مسئلے سے متعلق سب دلائل کو پیش نظر رکھ کر حکم معلوم کیا ہے۔اس میں یہ صورت بکثرت پیش آتی ہے کہ دلائل میں بظاہر تعارض ہو۔دلائل میں یہ صوری تعارض کیوں ہوتا ہے؟ یہ ایک مستقل مبحث ہے؛ تاہم یہ واقع ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔رفعِ تعارض میں مجتہدین کے مناہج ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں؛ تاہم رفع تعارض کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض دلائل کے ظاہری معنی مراد لیے جاتے ہیں اور بعض کے ظاہری معنی چھوڑ کر محتمل معنی مراد لیے جاتے ہیں۔کوئی دلیل منسوخ، کوئی مؤول اور کوئی مرجوح قرار پاتی ہے اور یہ سب دلیل کی بنیاد پر ہوتا ہے؛ چنانچہ مثلاً ''اعلاء السنن'' میں چند ابوابِ فقہ کے دلائل کی تفصیل دیکھنے سے واضح ہوگا۔اب جس کی نظر ایک بحث کے سب دلائل پر ہے اسے معلوم ہوسکے گا کہ کس دلیل کے کیا معنی سمجھے گئے ہیں اور جس کی نظر اتنی وسیع نہیں، اسے صرف ایک دلیل پہنچی اور مجتہد کا قول اس دلیل کے ظاہری معنی کے خلاف لگا تو صرف اتنی بات پر یہ فیصلہ نہ کرے مخالفت کا۔اس صورت میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ مجتہد کی دلیل دوسری آیت یا حدیث ہے اور جو اس شخص کو معلوم ہوئی اسے اس مجتہد نے منسوخ یا مؤول یا مرجوح قرار دیا ہے۔لہٰذا ایسے مواقع پر سہولت تفہیم کے لیے اکثری قاعدے کو بطور علامت ذکر کردیا گیا ہے۔یہ صحیح مراد ہے ان تین قواعد کی۔باقی ان الفاظ کے ظاہر سے جو شبہ ہوسکتا ہے کہ آیت یا حدیث کو مجتہد کے قول کے تابع قرار دیا گیا ہے سو معاذ اللہ یہ تو کسی عام مسلمان کی بھی مراد نہیں ہوسکتی، چہ جائیکہ امام کرخی جیسے جلیل القدر فقیہ کی یہ مراد ہو! اتنا حسن ظن تو ہر مسلمان کا حق ہے کہ اس کے کلام سے حتی الامکان صحیح معنی مراد لیے جائیں۔اور یہ معنی ان قواعد کے الفاظ میں غور کرنے سے بھی سمجھ میں آتے ہیں؛ کیونکہ ان قواعد میں نسخ، ترجیح اور تاویل کا ذکر ہے اور یہ سب دلیل معارض کے پائے جانے کی وجہ سے ہوتے ہیں، تو ان میں دوسری دلیل کے ماخوذ ومستدَل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہی ان قواعد کی غرض اور صحیح مراد ہے۔

حاکم کہتے ہیں: ولعلَّ متوهِمًا يتوهَّمُ أن لامعارضَ لحديثٍ صحيحِ الاسنادِ آخرُ صحيحٌ. وهذا المتوهم ينبغي أن يتأمل كتاب الصحيح لمسلم حتى يرى من هذا النوع مايمل منه. (المستدرک:۳۴۹/۱) ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ وہم ہو کہ حدیث صحیح کے معارض دوسری صحیح

حدیث نہیں ہوتی! اسے چاہیے کہ صحیح مسلم میں غور کرے۔ اس قسم کی اتنی مثالیں ملیں گی کہ جی بھر جائے گا۔ قرافی کہتے ہیں: كثير من فقهاء الشافعية يعتمدون على هذا ويقولون: مذهب الشافعي كذا لأن الحديث صح فيه وهو غلط فإنّه لابدّ من انتفاءِ المعارض والعلم بعدمِ المعارض يتوقف على من له أهلية استقراء الشريعة حتى يحسن أن يقول لامعارض لهذا الحديث. وأما استقراء غير المجتهد المطلق فلاعبرة به. (شرح تنقیح الفصول: ص ۴۵۰) بہت سے فقہاء شافعیہ اس کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شافعی کا مذہب یہ ہے؛ کیونکہ اس بارے میں صحیح حدیث آئی ہے۔ یہ بات غلط ہے؛ کیونکہ معارض نہ ہونے کا علم ضروری ہے اور یہ علم اسے ہوگا جسے (دلائل) شرع کے استقراء کی اہلیت ہو؛ تاکہ اس حدیث کے معارض کی نفی کر سکے۔ رہا غیر مجتہد مطلق کا استقراء سو اس کا اعتبار نہیں۔

اس موضوع پر مستقل رسالہ

احمد بن باکر صالح باکری کا اس بارے میں ایک رسالہ ہے: مقولة الامام أبي الحسن الكرخي ت ۳۴۰ رحمه الله: كل آية أو حديث يخالف ما عليه أصحابنا فهو مؤول أومنسوخ: دراسةأصولية فقهية. باحث اپنے رسالے کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں: هذه المقولة التي اشتهرت عنه وكانت مثارًا لتشنيعِ كثيرٍ من الباحثين في تاريخ الفقه وأصوله ووصفوا قائلها بالغلو في التعصب المذهبي والتقليد الأعمى ورد نصوص الشريعة بأقوالِ الفقهاء ولاريبَ أن هذه التهمةَ لايتهم بها مسلمٌ عادي فضلًا عن فقيه وأصولي كبير كالامام الكرخي وتبين من خلالِ تتبعِ سياق هذه المقولة أنها مسلك أصولي معتمد جرى عليه فقهاء الاسلام قديمًا وحديثًا وفي جميع المذاهب الفقهية كما بينته وقررته في هذا البحث نظريًا وتطبيقًا. یہ امام کرخی کا مشہور قول ہے۔ یہ ان پر فقہ اور اصول کی تاریخ کے بہت سے باحثین کی تشنیع کا سبب بنا ہے۔ اور انھوں نے اس کے قائل کو تعصب مذہبی میں غلو اور اندھی تقلید کا مرتکب اور نصوصِ شریعت کو فقہاء کے اقوال سے رد کرنے والا کہا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ تہمت عام مسلمان پر بھی نہیں لگائی جاسکتی، چہ جائیکہ امام کرخی جیسے بڑے اصولی پر لگائی جاسکے۔ اس قول کے سیاق سے واضح ہوا ہے کہ یہ اصولیین کا ایک معتبر انداز ہے جسے قدیم اور جدید دور کے فقہاء اور سب فقہی مذاہب نے اختیار کیا ہے، جیسے میں نے اس بحث میں نظری اور تطبیقی طور پر واضح اور ثابت کیا ہے۔

اسلام اور مصنوعی ذہانت
ایک تحقیقی جائزہ

از: مولانا محمد راشد وحید قاسمی
ناظم مدرسہ فلاح المسلمین، براہ موکلاں، سیتاپور

اسلام ایک آفاقی دین ہے، جو ہر زمانے کے انسان کی ضروریات اور مسائل کا جامع حل پیش کرتا ہے۔ یہ دین انسان کو نہ صرف روحانی ترقی کا راستہ دکھاتا ہے؛ بلکہ مادی دنیا کے چیلنجز کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ آج کے دور میں مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) ایک ایسی علمی و تکنیکی پیش رفت ہے جس نے انسانی معاشرت، معیشت، اور افکار پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس پس منظر میں یہ ضروری ہے کہ اسلام کی روشنی میں اس جدید ٹیکنالوجی کے فوائد، چیلنجز، اور ممکنہ اثرات کا جائزہ لیا جائے؛ تاکہ اس میدان میں ہم ایک متوازن اور تعمیری نقطۂ نظر پیش کرسکیں۔

انسانی عقل اور ٹیکنالوجی کی اسلامی اساس

اسلام علم اور ٹیکنالوجی کے حصول کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتا ہے؛ کیونکہ یہ انسانی ترقی اور اللہ کی نعمتوں کی دریافت کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں انسان کو علمِ الٰہی کا امین قرار دیا گیا اور اس کو کائنات کے اسرار و رموز سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے، جیسا کہ فرمایا:

”وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ (البقرہ:31)

”اور اللہ نے آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی“

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کو علم اور تخلیقی صلاحیتوں کی دولت عطا کی گئی ہے، جو اسے دیگر مخلوقات پر فوقیت دیتی ہے۔

”قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ (یونس:101)

''کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے۔''

یہ آیت واضح طور پر تحقیق اور غور وفکر کی ترغیب دیتی ہے، جو سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کا بنیادی اصول ہے۔

"إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ"(الروم:24)

''ان چیزوں میں عقل رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

یہ آیت اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ انسانی ترقی کا انحصار اس کی عقل کے مؤثر اور تعمیری استعمال پر ہے۔

انسانی عقل کے اسی استعمال سے ٹیکنالوجی جیسے میدانوں میں ترقی ممکن ہوئی ہے اور مصنوعی ذہانت اسی عقل کی ایک شاخ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"العقلُ رسولٌ فی الإنسان" (نهج البلاغه، خطبه184)

''عقل انسان کے اندر اللہ کا پیغام رساں ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا" (جامع ترمذی:687)

''دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے، جہاں کہیں بھی وہ اسے پائے، وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔''

کھجور کے درختوں کی بارآوری کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُورِ دُنْيَاكُمْ" (صحيح مسلم، حديث نمبر:2363)

''تم اپنے دنیاوی معاملات کو بہتر جانتے ہو!''

یہ احادیث دنیاوی معاملات، جیسا کہ زراعت، تجارت، یا ٹیکنالوجی، میں انسانی عقل اور تجربے کے استعمال کی اجازت دیتی ہیں۔ جو دنیاوی ترقی اور انسانی فلاح کے لیے ضروری ہے۔

مزید یہ کہ قرآن مجید میں جنگی قوت کے حصول کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ" (الانفال:60)

''اوران کے مقابلے کے لیے جہاں تک تمہاری استطاعت ہو، قوت تیار رکھو۔''

یہ قوت ہر زمانے کی موثر ٹیکنالوجی کو شامل کرتی ہے، خواہ وہ دفاعی ہو یا معاشی، طبی ہو یا صنعتی۔

اسی طرح اسلامی تاریخ میں مسلمانوں نے علم وٹیکنالوجی میں پیش قدمی کرتے ہوئے دنیا کو اہم

ایجادات فراہم کیں، جیسے الجبرا، طب، اور فلکیات۔ اسلام کا یہ تصور نہ صرف ٹیکنالوجی کے حصول کو جائز؛ بلکہ دینی فریضہ قرار دیتا ہے؛ تاکہ امت مسلمہ مضبوط ہو اور دنیا میں عدل، امن اور ترقی کے قیام میں اپنا کردار ادا کرے۔

مصنوعی ذہانت (AI) کا تعارف

مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence یا AI) ایک ایسا شعبہ ہے جو کمپیوٹر سائنس کے اندر کام کرتا ہے اور اس کا مقصد مشینوں کو انسانوں کی طرح ذہنی صلاحیتیں فراہم کرنا ہے۔ یہ ٹیکنالوجی ان کمپیوٹر سسٹمز کی تشکیل سے متعلق ہے جو انسانوں کی طرح سوچنے، سیکھنے، فیصلے کرنے اور مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

AI کے اہم شعبے

مصنوعی ذہانت کا میدان بہت وسیع ہے، اور اس میں مختلف شاخیں شامل ہیں جو ہر ایک خاص کام یا صلاحیت کو بہتر بنانے پر مرکوز ہیں:

مشین لرننگ (Machine Learning):

یہ AI کا سب سے اہم اور بنیادی شعبہ ہے۔ مشین لرننگ میں سسٹم خودکار طور پر ڈیٹا سے سیکھتے ہیں اور اس سیکھنے کے عمل سے اپنی کارکردگی بہتر بناتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر کسی سسٹم کو ای میلز کی سپیم کی شناخت کرنی ہو، تو وہ پہلے سے موجود ڈیٹا سے سیکھ کر نئی ای میلز کی درست شناخت کرسکتا ہے۔

نیچرل لینگویج پروسیسنگ (Natural Language Processing):

اس میں کمپیوٹرز کو انسانوں کی زبان کو سمجھنے، تجزیہ کرنے اور اس پر ردعمل دینے کی صلاحیت دی جاتی ہے۔ جیسے کہ گوگل ترجمہ یا اسمارٹ اسسٹنٹ (مثلاً Siri یا Alexa) جو آپ کے سوالات کا جواب دے سکتے ہیں۔

کمپیوٹر وژن (Computer Vision):

کمپیوٹر وژن کی مدد سے مشینیں تصاویر یا ویڈیوز کو سمجھ کر ان کا تجزیہ کرسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، خودکار گاڑیاں جو سڑکوں پر چلتے ہوئے رکاوٹوں کو پہچاننے کے لیے کمپیوٹر وژن کا استعمال کرتی ہیں۔

روبوٹکس (Robotics):

روبوٹکس میں روبوٹوں کی تخلیق اور کنٹرول شامل ہے جو مختلف کام انجام دے سکتے ہیں، جیسے

صنعتی شعبے میں کام کرنا یا انسانی معاونت فراہم کرنا۔

ڈیپ لرننگ (Deep Learning):

یہ مشین لرننگ کی ایک ذیلی شاخ ہے جو نیورل نیٹ ورکس کی مدد سے پیچیدہ مسائل کو حل کرتی ہے، جیسے کہ آواز کی پہچان یا تصویر کی شناخت۔

مصنوعی ذہانت ٹیکنالوجی کے اساسی مقاصد

مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) ٹیکنالوجی کے ایجاد کرنے کے پیچھے کئی اساسی مقاصد ہیں، جو انسانی زندگی کو بہتر بنانے، مسائل کو حل کرنے، اور مادی ترقی کو فروغ دینے کی کوششوں پر مبنی ہیں۔ ان مقاصد کو درج ذیل نکات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- مسائل کا خودکار اور موثر حل

مصنوعی ذہانت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسانی مسائل کو خودکار طریقے سے اور زیادہ موثر انداز میں حل کیا جاسکے۔ مثال کے طور پر: پیچیدہ ڈیٹا کا تجزیہ اور درست فیصلے۔ ایسے کام جو انسانی مہارت سے زیادہ وقت لیتے ہیں، انھیں کم وقت میں مکمل کرنا۔

۲- انسانی صلاحیتوں کا متبادل

مصنوعی ذہانت کو ان کاموں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو عام طور پر انسانی صلاحیتوں کا تقاضا کرتے ہیں، جیسے کہ: چیزوں کو سمجھنا اور پہچاننا (تصویری شناخت)۔ قدرتی زبان کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا (Natural Language Processing)۔

۳- پیداواری صلاحیت میں اضافہ

صنعتی اور کاروباری دنیا میں خودکار نظام کے ذریعے پیداوار اور کارکردگی کو بہتر بنانا۔ انسانی مزدوری پر انحصار کم کر کے زیادہ موثر اور کم لاگت والے نظام تیار کرنا۔

۴- معاشرتی سہولتوں میں بہتری

مصنوعی ذہانت کو صحت، تعلیم اور ٹرانسپورٹ کے شعبے میں استعمال کر کے انسانی زندگی کو آسان بنانا، جیسے: بیماریوں کی تشخیص اور علاج میں مدد۔ ذاتی نوعیت کے لرننگ سسٹمز کے ذریعے تعلیمی معیار میں بہتری۔ ٹریفک مینجمنٹ اور نقل وحمل کے مسائل کو حل کرنا۔

۵- انسانی غلطیوں کو کم کرنا

ڈیٹا کے تجزیے میں غلطیوں کو ختم کرنا۔ کاموں کو خودکار بنا کر انسانی غلطیوں کے امکانات کم کرنا۔

۶-تحقیق اور نئی دریافتیں

مصنوعی ذہانت تحقیق اور دریافتوں میں مدد فراہم کرتی ہے، جیسے: سائنسی تجربات کی تیاری اور تجزیہ۔ پیچیدہ ریاضیاتی اور طبعی مسائل کا حل۔

۷- محفوظ ماحول کی فراہمی

خطرناک ماحول (جیسے کان کنی یا ایٹمی پلانٹس) میں کام کرنے کے لیے روبوٹس کا استعمال۔ انسانی جانوں کے نقصان کو کم کرنے کے لیے جنگی حکمت عملی میں مصنوعی ذہانت کا استعمال۔

۸-معاشی ترقی

کاروباری شعبے میں نئی مصنوعات اور خدمات کے ذریعے معیشت کو فروغ دینا۔ مارکیٹ کی پیشگوئی کے ذریعے سرمایہ کاری اور منصوبہ بندی کو موثر بنانا۔

۹-انسانی زندگی کی سہولت میں اضافہ

روزمرہ کے کاموں میں سہولت فراہم کرنا (جیسے اسمارٹ ہومز اور وائس اسسٹنٹ)۔ تفریحی صنعت میں انٹرایکٹیو تجربات کی تخلیق۔

۱۰-انسانی دماغ کے اسرار کو سمجھنا

مصنوعی ذہانت کے ذریعے انسانی ذہن کی کام کرنے کی صلاحیتوں کا مطالعہ۔ انسانی شعور اور فیصلہ سازی کے عمل کو بہتر طور پر سمجھنا۔ خلاصہ یہ کہ مصنوعی ذہانت کا بنیادی مقصد انسانی زندگی کو آسان، موثر اور ترقی یافتہ بنانا ہے؛ تاہم، ان مقاصد کو حاصل کرنے کے دوران اخلاقی اور سماجی اقدار کو مدنظر رکھنا ضروری ہے؛ تاکہ یہ ٹیکنالوجی انسانیت کے فائدے کے لیے استعمال ہو، نہ کہ نقصان کے لیے۔

مصنوعی ذہانت ٹیکنالوجی کی کارکردگی

مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) کے ذریعے حالیہ دور میں ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے گئے ہیں جو انسانی صلاحیتوں کی محدودیت کے باعث ممکن نہیں تھے یا جنھیں انجام دینے میں غیر معمولی وقت اور وسائل درکار ہوتے۔ یہ کارنامے انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں انقلاب برپا کر رہے ہیں۔ درج ذیل چند مثالیں موجودہ دور کے نمایاں کاموں کی ہیں:

۱-طب کے شعبے میں انقلابی کامیابیاں

بیماریوں کی جلد تشخیص:

مصنوعی ذہانت پر مبنی نظام، جیسے IBM Watson، پیچیدہ بیماریوں (کینسر، دل کی بیماری،

اور نایاب جینیاتی مسائل) کی تشخیص میں مدد دے رہا ہے، جو انسانی ڈاکٹروں کے لیے مشکل اور وقت طلب ہے۔

دوائیوں کی تخلیق:

ڈیپ مائنڈ کا Alpha Fold پروجیکٹ نے پروٹین کے ڈھانچے کی پیش گوئی کی، جو نئی دوائیوں کی تیاری میں انقلابی پیش رفت ہے۔

سرجری میں روبوٹک مدد:

روبوٹک سرجری کے نظام، جیسے da Vinci، انتہائی باریک اور پیچیدہ آپریشنز میں مدد فراہم کر رہے ہیں۔

۲- خلائی تحقیق اور دریافتیں مریخ پر تحقیق:

NASA کا مصنوعی ذہانت سے چلنے والا روبوٹ Perseverance Rover مریخ کی سطح پر تحقیقات کر رہا ہے، جو زمین سے لاکھوں میل دور خودکار طور پر کام کرتا ہے۔

سیاروں کی شناخت:

AI الگورتھمز نے نئے سیاروں اور ستاروں کی شناخت کی، جو انسانی مشاہدے سے ممکن نہیں تھے۔

۳- ماحولیاتی تحفظ اور پیش گوئی

موسمیاتی تبدیلی کی پیش گوئی:

AI سسٹمز انتہائی پیچیدہ ڈیٹا کا تجزیہ کر کے قدرتی آفات (زلزلے، طوفان، سیلاب) کی پیشگی اطلاع دے رہے ہیں، جو لاکھوں جانیں بچانے میں مددگار ہیں۔

جنگلات کی حفاظت:

AI کا استعمال جنگلات میں لگنے والی آگ کا جلد پتہ لگانے اور اس پر قابو پانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

۴- ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ کے میدان میں انقلاب

چہرے کی شناخت:

مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئرز نے چہرے کی شناخت کے میدان میں حیران کن کامیابیاں حاصل کیں، جو سیکورٹی اور جرائم کی روک تھام میں انتہائی مددگار ہیں۔

گوگل ٹرانسلیٹ اور چیٹ بوٹس:

قدرتی زبان کی پروسیسنگ (NLP) نے دنیا بھر کے مختلف زبانوں کے درمیان رابطے کو آسان بنادیا ہے۔

۵-معاشی ترقی اور کاروبار میں انقلاب

مارکیٹ کی پیش گوئی:

AI سسٹمز، جیسے کہ ہائی فریکوئنسی ٹریڈنگ، نے اسٹاک مارکیٹس میں انتہائی درست پیش گوئیوں اور سرمایہ کاری کے فیصلوں کو ممکن بنایا ہے۔

ای کامرس:

AI پر مبنی پلیٹ فارمز جیسے Amazon اور Alibaba نے خریداری کو ذاتی نوعیت کا بنادیا ہے، جو گاہک کی دلچسپیوں کے مطابق مصنوعات تجویز کرتے ہیں۔

۶- تعلیم کے شعبے میں ترقی

ذاتی نوعیت کی تعلیم:

AI سسٹمز، جیسے Coursera اور Khan Academy،طلبا،کو ان کی ضرورت اور دلچسپی کے مطابق تعلیمی مواد فراہم کرتے ہیں۔

معذور افراد کے لیے تعلیم:

سننے، دیکھنے، یا بولنے میں مشکلات کا سامنا کرنے والے افراد کے لیے AI نے خصوصی سسٹمز تیار کیے ہیں۔

۷- فن اور تخلیق کا انقلاب

تصویری اور صوتی تخلیق:

AI سافٹ ویئرز جیسے DALL-E اور Deep Dream نے ایسی تخلیقی تصاویر اور فن پارے بنائے ہیں جو انسانی سوچ سے بالاتر ہیں۔

۸- کرونا وائرس وبا کے دوران خدمات

ویکسین کی تیاری:

COVID-19 ویکسین کی تیز رفتار تیاری میں مصنوعی ذہانت نے کلیدی کردار ادا کیا، جس نے جینیاتی ڈیٹا کا تجزیہ کرکے ویکسین کے ڈیزائن کو ممکن بنایا۔

وبا کے پھیلاؤ کا تجزیہ:

AI نے وبا کے پھیلاؤ کی پیش گوئی اور روک تھام میں حکومتوں کو مدد فراہم کی۔

۹-قانونی نظام میں سہولت

معاملات کی جانچ پڑتال: AI نے لاکھوں قانونی دستاویزات کا تجزیہ کرکے وکلا کو مدد فراہم کی، جو انسانوں کے لیے وقت طلب اور مشکل کام تھا۔ فیصلہ سازی میں مدد: عدالتی نظام میں AI کے ذریعے مقدمات کے تیز رفتار فیصلے کیے جارہے ہیں۔

۱۰-سماجی مسائل کا حل

غربت کی شناخت:

AI سسٹمز نے ان علاقوں کو شناخت کیا جہاں غربت زیادہ ہے؛ تاکہ امدادی پروگرام موثر طریقے سے چلائے جاسکیں۔

جرائم کی پیش گوئی:

AI نے جرائم کے رجحانات کی شناخت کرکے ان کے سدباب میں مدد فراہم کی۔

مصنوعی ذہانت کے ذریعے انجام دیے گئے یہ کارنامے واضح کرتے ہیں کہ یہ ٹیکنالوجی نہ صرف انسانی صلاحیتوں میں اضافہ کرتی ہے؛ بلکہ ان مسائل کو بھی حل کرنے میں مددگار رہے جو انسانی عقل اور وقت کی محدودیت کی وجہ سے ممکن نہ تھے۔ مستقبل میں مصنوعی ذہانت مزید ترقی کرے گی اور اس کے اثرات مختلف شعبوں میں گہرے ہوں گے۔ خودکار گاڑیاں، انسانوں کی مدد کے لیے روبوٹ اور ذہانت سے چلنے والے صحت ودفاع کے دائرہ میں دیگر آلات وغیرہ۔

مصنوعی ذہانت اور انسانی تشخص

مصنوعی ذہانت کی ہمہ جہت خدمات نے ایک بڑا سوال یہ پیدا کیا ہے کہ کیا مشینیں انسانی تخلیق اور عقل کا متبادل بن سکتی ہیں؟

قرآن مجید میں انسان کی تخلیق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي" (الحجر:29)

"میں نے انسان میں اپنی روح پھونکی۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کی اصل حیثیت اس کی روحانی اور اخلاقی بلندی میں ہے، نہ کہ صرف مادی ذہانت میں۔ مصنوعی ذہانت، چاہے جتنی بھی ترقی کرلے، انسانی شعور، جذبات، اور

اخلاقیات کا متبادل نہیں بن سکتی۔

مصنوعی ذہانت اور اندیشۂ فساد

مصنوعی ذہانت کو اس کے ممکنہ غلط استعمال کے تناظر میں مطلق فساد کا ذریعہ سمجھنا حقیقت کے بجائے ایک موہوم خدشہ ہے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی" (الانعام:164)

''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

یہ اصول واضح کرتا ہے کہ آلات یا ٹیکنالوجی کو ان کے استعمال کے نتائج کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔تاریخی طور پر، ٹیکنالوجی کے ہر دور میں یہی معاملہ رہا ہے۔ ہوائی جہاز نے دنیا کو قریب کیا، لیکن جنگوں میں بمباری کا ذریعہ بھی بنے۔ گاڑیوں نے سفر آسان بنایا؛ مگر حادثات کا سبب بھی بنیں۔اصل مسئلہ ٹیکنالوجی نہیں؛ بلکہ اس کا غلط استعمال ہے۔جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: چیزوں کی اچھائی یا برائی ان کے استعمال پر موقوف ہے۔لہٰذا، فساد کا ذمہ دار ٹیکنالوجی نہیں؛ بلکہ اس کا استعمال کرنے والا انسان ہے؛ اس لیے ضرورت اخلاقی تربیت اور درست رہنمائی کی ہے، نہ کہ ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی۔

مصنوعی ذہانت علم سائنس کے منفی تجربہ کے تناظر میں

علم سائنس کے منفی استعمال کا تجربہ بلاشبہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو علم معرفت الٰہی کا سرچشمہ بن سکتا تھا وہی انکار الٰہی کے لیے بطور ہتھیار استعمال کیا گیا؛ لیکن تاریخ کی اس صداقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سائنس کا خدا کے انکار کے لیے استعمال اس وقت شروع ہوا جب مغربی سائنس دانوں کی اکثریت عیسائیت کے جبر اور پاپائیت کے غیر منطقی نظریات سے متنفر ہو چکی تھی۔ان کے زخم خوردہ تجربات نے سائنس کو مذہب کے مقابل کھڑا کردیا۔

اگر سائنسی ترقی مسلمانوں کی قیادت میں ہوئی ہوتی، تو یہ فطرت کی تفہیم کو خدا کی معرفت کا ذریعہ بناتی، نہ کہ الحاد کا۔یہی اصول مصنوعی ذہانت پر بھی لاگو ہوتا ہے۔اگر مسلمان اس میدان میں قیادت نہیں کریں گے اور اس ٹیکنالوجی کو اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر رہنمائی فراہم نہیں کریں گے، تو یہ بھی دیگر ٹیکنالوجیز کی طرح غلط سمت اختیار کرسکتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مصنوعی ذہانت کو رد کرنے کے بجائے اس کی نکیل مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو؛ تاکہ اسے انسانیت کی فلاح، عدل اور خدا کی معرفت کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

اسلام کا عالمگیر اور متوازن اخلاقی نظام ہی اسے ایک مثبت سمت فراہم کرسکتا ہے۔

تمدنی سفر کی ایک منزل

مصنوعی ذہانت کی ایجاد، اپنی ذات میں کوئی فتنہ ہے، نہ اسلام یا انسان کے خلاف کوئی منصوبہ بند سازشی عمل۔ یہ دراصل ہزاروں سال پر پھیلے، انسان کے علمی وصنعتی ترقیاتی سفر کا حاصل ہے۔ جہاں انسان، تمدن کے مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے اور تحقیق واکتشاف کے ہفت خواں طے کرتے ہوئے آن پہونچا ہے۔

حجری دور (Stone Age)

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق، دنیا کی تاریخ کا ابتدائی تمدنی عہد، حجری دور (Stone Age) کہلاتا ہے۔ جو 5.2 ملین سال قبل سے 3000 قبل مسیح تک پھیلا ہوا ہے۔ جب انسان نے پتھر کے اوزار بنائے اور شکار کے ذریعہ اپنی خوراک کا انتظام کرتا تھا۔

زرعی دور (Agricultural Age)

دوسرا دور، زرعی دور (Agricultural Age) کہلاتا ہے۔ جس کی مدت تقریباً 10000 قبل مسیح سے 18 ویں صدی تک وسیع ہے۔ یہ دور زراعت کی دریافت اور زمین کی کاشتکاری سے شروع ہوا۔ انسان نے خانہ بدوشی چھوڑ کر مستقل بستیاں قائم کیں، اور خوراک کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ اس دور میں سماجی نظام زرعی زمینوں اور فصلوں پر منحصر تھا۔

اس دور کے وسط میں، اسلام کا ظہور ہوا اور خلافت راشدہ وعباسیہ کے ادوار میں مسلمانوں نے علمی وسماجی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا اور سائنس وٹیکنالوجی کے مبادیات مرتب کیے، جن کی روشنی میں تہذیب وتمدن کا قافلہ آگے بڑھا۔

صنعتی دور (Industrial Age)

تیسرا دور، صنعتی دور (Industrial Age) کہلاتا ہے۔ جس کی مدت 18 ویں صدی سے 20 ویں صدی کے وسط تک ہے۔ صنعتی انقلاب کے ساتھ مشینوں کا استعمال عام ہوا۔ پیداوار کی رفتار میں اضافہ ہوا، کارخانوں کا قیام عمل میں آیا، اور سماجی ڈھانچہ زراعت سے صنعت کی طرف منتقل ہوگیا۔ یہ دور یورپ کی بالادستی کا سبب بنا؛ کیونکہ وہ سائنسی اور صنعتی میدان میں آگے تھے۔ مسلمان اس دور میں قومی فخر اور سیاسی غرور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شدید فکری وذہنی پسماندگی کا شکار تھے۔ جس کی وجہ سے وہ علم اور ٹیکنالوجی میں قیادت کھو بیٹھے اور نوآبادیاتی طاقتوں کے زیر تسلط آگئے۔

ڈیجیٹل دور (Digital Age)

چوتھا دور، ڈیجیٹل دور (Digital Age) کہلاتا ہے جس کی مدت 20ویں صدی کے آخر سے 21ویں صدی کے اوائل تک ہے، یہ دور کمپیوٹر، انٹرنیٹ، اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے عروج کا ہے۔ معلومات تک رسائی آسان ہوئی اور دنیا ایک گلوبل ولیج میں تبدیل ہوگئی۔ اس دور میں تعلیم، تجارت اور رابطے کے میدان میں انقلابی تبدیلیاں آئیں۔

اس دور میں مسلمان دنیا بھر میں ڈیجیٹل انقلاب کے میدان میں پیچھے رہے، اگرچہ کچھ ممالک جیسے ترکی، ملائشیا، اور متحدہ عرب امارات نے کوششیں کیں؛ لیکن مجموعی طور پر قیادت حاصل نہ کرسکے۔

مصنوعی ذہانت کا دور (AI Age)

موجودہ دور، مصنوعی ذہانت کا دور (AI Age) ہے جس کا آغاز 21ویں صدی کے اوائل سے ہوا۔ مصنوعی ذہانت، مشین لرننگ، اور خودکار نظام اس دور کی بنیاد ہیں۔ روبوٹکس، ڈیٹا انیلیٹکس، اور ذہین سسٹمز نے صنعت، صحت، اور تعلیم میں انقلاب برپا کردیا ہے۔ یہ دور، فیصلہ سازی میں مشینوں کے کردار کو بڑھا رہا ہے۔ یہ دور کسی قوم کی مذہب دشمن پلاننگ کا نتیجہ نہیں؛ بلکہ قدرت کی طرف سے انسان کو عطا کی گئی علمی واختراعی صلاحیت (وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا) کا عملی ظہور ہے۔ کرّہ زمین پر آباد ہونے کے بعد، انسان نے زندگی کو آسان بنانے کی خاطر تہذیب وتمدن کی تعمیر کا جو آغاز کیا تھا، مصنوعی ذہانت، صدیوں کے تہذیبی ترقی کے بعد اسی بابرکت آغاز کا، کارآمد اور نتیجہ خیز انجام ہے۔

مسلمان زرعی دور کے آخری حصے اور صنعتی دور کے آغاز میں دنیا کے امام تھے، خاص طور پر 8ویں سے 15ویں صدی ہجری تک، جب اسلامی تہذیب نے سائنسی، فکری اور سماجی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کی پسماندگی، صنعتی انقلاب کے دوران ہوئی، جب وہ شمشیر وسناں، علمی تجربہ گاہوں اور رصدگاہوں سے کنارہ کش ہوکر طاؤس ورباب، آرٹ اور فنونِ لطیفہ میں منہمک ہوگئے اور علم وتحقیق میں پیچھے رہ گئے اور مغرب نے سائنسی اور صنعتی میدان میں قیادت حاصل کرلی۔ آج مصنوعی ذہانت کے دور میں، اگر مسلمان علم اور ٹیکنالوجی کو اپنی ترجیح بنائیں، تو وہ دوبارہ دنیا کے امام بن سکتے ہیں۔

اصولی ہدایت

مصنوعی ذہانت کی ایجاد اور زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے عام استعمال کے بعد ایجاد واختراع کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے؛ بلکہ موضوعِ گفتگو اس کا استعمال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس

سلسلہ میں نہایت سادہ، عام فہم اور واضح معیار مقرر فرمایا:

"إنما الاعمال بالنيات" (صحيح بخارى، حديث نمبر 1)

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

"إن اللّٰه يحب إذا عمل احدكم عملاً ان يتقنه" (صحيح مسلم، حديث:1955)

''اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب تم کوئی کام کرو، تو اسے بہترین طریقے سے انجام دو۔''

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اعمال اور استعمال کی درستگی کے دو معیار ہیں: نیت کی پاکیزگی۔ حسنِ استعمال۔

اسلامی قانون میں کسی بھی نئی ایجاد یا ٹیکنالوجی کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت سد الذرائع (برائی کے راستوں کو بند کرنا) اور جلب المصالح (فائدے کے حصول) کے اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

اگر مصنوعی ذہانت کا استعمال ایسے مقاصد کے لیے کیا جائے جو انسانیت کو نقصان پہنچائیں، جیسے کہ انسانی حقوق (جان، مال، صحت) کی پامالی کرنا یا انسانی رازداری کی خلاف ورزی کرنا، تو اس طرح کا استعمال ناجائز ہوگا۔

اگر اس ٹیکنالوجی کو انسانیت کی خدمت، صحت، اور تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ جائز اور باعثِ اجر ہوگا۔

امام غزالیؒ (450ھ-505ھ) اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں فرماتے ہیں:

''ہر وہ علم جو انسان کو خدا کی معرفت اور مخلوق کی خدمت کے قریب کرے، وہ علم محمود ہے۔'' (جلد 1، صفحہ 10، دارالکتب العربیہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (661ھ-728ھ) نے فرمایا:

''مصلحت یہ ہے کہ تمام علم اور فن کو شرعی مقاصد کے تابع رکھا جائے؛ تاکہ یہ انسان کی فلاح کا ذریعہ بنیں۔'' (مجموع الفتاویٰ، جلد 8، صفحہ 298)

پیغامِ عمل

مصنوعی ذہانت، دورِ حاضر کی ایک غیر معمولی قوت ہے، جو زندگی کے ہر میدان میں موثر رول ادا کر رہی ہے اور اسے دن بہ دن مزید فعّال کیا جا رہا ہے۔ جسے اختیار کرنا امت مسلمہ کی آئینی ذمہ داری ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو حدِّ امکان تک قوت اور سامانِ حرب کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ" (الانفال:60)

''اوران کے مقابلے کے لیے جہاں تک تمہاری استطاعت ہو، قوت اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو؛ تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے دشمن اوراپنے دشمن پر ہیبت طاری کرسکو۔''

یہ حکم کسی خاص زمانے یا مخصوص آلات تک محدود نہیں؛ بلکہ ہر دور کی موثر قوت کو شامل ہے۔ آج کے زمانے میں مصنوعی ذہانت ایک ایسی ہی قوت ہے، جو نہ صرف دفاعی صلاحیت کو بڑھا سکتی ہے؛ بلکہ انسانی ترقی، علم اور امن کے قیام میں کلیدی کردار ادا کرسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"اَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ" (صحیح مسلم:1917)

''یقین جانو! حقیقی طاقت نشانہ بازی ہے۔''

"الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ. احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَلَا تَعْجَزْ. وَإِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ، فَلَا تَقُلْ: لَوْ اَنِّي فَعَلْتُ كَذَا، كَانَ كَذَا وَكَذَا. وَلَكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ. فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ." (صحیح مسلم، حدیث نمبر:2664)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے، اور ہر ایک میں خیر ہے۔ جو چیز تمہیں نفع دے، اس کے لیے بھرپور کوشش کرو، اور اللہ سے مدد مانگو، اور کمزوری مت دکھاؤ! اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے، تو یہ نہ کہو کہ اگر میں یوں کرتا تو ایسا ہوجاتا؛ بلکہ یہ کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے اور جو اللہ نے چاہا وہی ہوا؛ کیونکہ ''اگر'' کا لفظ شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔''

''طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے'' نہ صرف ایک اخلاقی رہنمائی ہے؛ بلکہ یہ ہمارے عہد کے لیے ایک عملی منصوبہ بھی فراہم کرتی ہے۔ اس حدیث میں قوت کو اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے، جسمانی، ذہنی اور فکری قوت اور ان تمام وسائل، ڈیوائسس، اوزاروں اور ہتھیاروں کو بروئے کار لانے کی ترغیب دی گئی ہے جو انسانیت کے لیے نفع بخش ہوں۔

ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں صنعتی اور ڈیجیٹل دور کی پسماندگی پر حسرتوں اور ''اگر مگر'' میں وقت ضائع کرنے کے بجائے مستقبل پر توجہ مرکوز کریں اور جو کچھ بھی ہمارے لیے نفع بخش ہو، اسے اپنانے کی بھرپور کوشش کریں۔

دنیا ڈیجیٹل دور سے آگے بڑھ کر مصنوعی ذہانت کے دور میں داخل ہوچکی ہے۔ مسلمانوں پر قرآن وحدیث کی رو سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مثبت اور تعمیری مقاصد کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس میدان میں آگے بڑھیں اور شہ زور اور بے لگام مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) کی رسی اپنے ہاتھ میں لیں۔ یہ وہ میدان ہے جو نہ صرف معاشی طاقت کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ بلکہ امت کی علمی، اقتصادی اور سیاسی برتری کو بھی بحال کرسکتا ہے۔

حقیقی مومن وہ ہے جو اپنے موجودہ وسائل کو استعمال کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا عزم رکھے اور ہر رکاوٹ کو اللہ کی تقدیر مانتے ہوئے جدوجہد جاری رکھے۔ ماضی کی یافت پر فخر اور کھوئے ہوئے مواقع کا ماتم کرنے کے بجائے، ہمیں پوری بصیرت اور ژرف نگاہی کے ساتھ حال کے امکانات کو استعمال کرنا ہوگا؛ اس لیے کہ خدا کے مقرر کردہ فطری قانون کے مطابق، کل کی کامیابی آج کی جدوجہد پر موقوف ہے اور مستقبل ان ہی کا تابناک ہوتا ہے جو اپنے حال کو بھرپور قوت کے ساتھ سنوارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

گرمِ فغانِ جرس اٹھ کہ گیا قافلہ
وائے وہ رہرو کہ ہے منتظرِ راحلہ

❋ ❋ ❋

اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے نقصانات

تحریر و تخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

یونیورسٹی آف ٹورنٹو، کینیڈا کے الیکٹریکل انجینئرنگ کے پروفیسر جارج سینکلئیر George Sinclair اپنے 1980 کے مقالے میں لکھتے ہیں کہ شاید ''ٹیکنالوجی'' کی اتنی ہی تعریفیں ہوں کہ جتنے اس کے استعمال کرنے والے ہیں یعنی ٹیکنالوجی کی تعریف کا انحصار ٹیکنالوجی کے استعمال کرنے والے پر ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''ٹیکنالوجی'' کی تعریف کرنے کے لیے پروفیسر کارل مِتچم Carl Mitcham کو پینیسٹھ صفحات درکار ہوئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مورخین اور فلسفی جس طریقے سے ٹیکنالوجی کی تعریف پیش کرتے ہیں وہ اس ٹیکنالوجی کو ایجاد کرنے والے انجینئروں، سائنسدانوں اور محققین کے یہاں سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔ ٹیکنالوجی کی فلسفیانہ، تاریخی اور عملی تعریف کی بحث میں پڑے بغیر ہم اپنے قارئین کے لیے ٹیکنالوجی کی آسان تعریف پیش کرتے ہیں۔ برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ''سائنسی علم کا انسانی زندگی کے عملی مقاصد کے لیے استعمال کو ٹیکنالوجی کہا جاتا ہے''۔ کیمبرج ڈکشنری کے مطابق ''سائنسی علم کا کاروبار، صنعت یا مینوفیکچرنگ میں استعمال کو ٹیکنالوجی سے تعبیر کیا جاتا ہے'' یا مزید آسان الفاظ میں ''سائنسی دریافتوں کا عملی، خاص طور پر صنعتی استعمال، کو ٹیکنالوجی کہا جاتا ہے''۔

ٹیکنالوجی کے استعمال سے جہاں انسانیت نے بے تحاشہ فوائد اٹھائے ہیں، مثلاً آمدورفت میں آسانی سے لے کر علاج ومعالجہ وغیرہ، وہیں ٹیکنالوجی کے استعمال میں جب اِفراط وتفریط کا رویہ برتا گیا تو اسی ٹیکنالوجی نے نسلیں تباہ کردیں۔ ایک اہم بات کہ عمومی طور پر سائنسدان اور محققین اپنی سائنسی تحقیقات، ایجادات اور ٹیکنالوجیز انسانیت کے فائدے کے لیے پیش کررہے ہوتے ہیں؛ مگر اُن کی ایجادات اور سائنسی تحقیقات و ٹیکنالوجی کو بڑے بڑے سرمایہ دار اُچک لیتے ہیں اور اس

ٹیکنالوجی سے پیسے بنانے لگ جاتے ہیں۔ہمیں یہ کہتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہورہی کہ اس وقت عالمی سطح پر کون سی سائنسی تحقیقات ہونی چاہیے یا کون سی ٹیکنالوجی کے متعلق قوانین اوراس کو فروغ دینا چاہیے یا حکومتوں یا فنڈنگ ایجنسیز کوکس سائنسی شعبے میں زیادہ سرمایہ لگانا ہے،اس میں بھی دراصل عالمی معاشی سرمایہ دارانہ نظام کو چلانے والوں کا کافی کردار ہوتا ہے۔گوکہ سائنسدانوں اور محققین کی ایک بڑی تعداد اپنی تحقیقات میں اخلاص سے لگی رہتی ہے؛مگرانھیں تحقیقات کوزیادہ تر فروغ ملتا ہے جوکہ عالمی سرمایہ درانہ نظام کوتقویت دیتی ہیں،جن سے عالمی سرمایہ دارانہ نظام کو چلانے والوں کے مفاد وابسطہ ہوتے ہیں، جوان کے نظریات کی تائید میں ہوتی ہیں اوران کے ایجنڈے کو فروغ دیتی ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کو چلانے والے ہی دراصل پوری دنیا کی ٹیکنالوجی کو آگے فروغ دیتے ہیں اور پورے عالمی معاشی نظام کواپنے قبضے میں لے کر''قدر'' اور''اقدار'' کی نئی تعریف بھی خود ہی کرتے ہیں۔یعنی یہ جب چاہتے ہیں فرضی،تخیلاتی چیزوں کو قابلِ قدر بنا کرخریدوفروخت شروع کروادیتے ہیں اور یہ جب چاہتے ہیں''اقدار'' کی تعریف بھی متعین کردیتے ہیں کہ معاشرے میں موجودسب سے بری چیز بھی لوگوں کواچھی لگنا شروع ہوجاتی ہے؛چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں سرکاری قانون،اخلاقیات اور مذہبی پابندیوں کو مدنظرنہیں رکھا جاتا اوراصل مقصد پیسہ کمانا ہی ہوتا ہے،لہٰذا اس کا عملی نتیجہ جوسامنے آتا ہے اس سے معاشرے میں صرف اورصرف معاشی ابتری اوراخلاقی گراوٹ ہی ہوتی ہے۔

قارئین اب ہم انھیں ٹیکنالوجیز میں سے ایک ٹیکنالوجی کی شکل یعنی ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کا ذکر کرتے ہیں۔ڈیجیٹل ٹیکنالوجی میں سوشل میڈیا،کمپیوٹر،اسمارٹ فون،اسمارٹ ٹی وی،آن لائن گیمزوغیرہ آتے ہیں۔آن لائن اعدادوشمارجمع کرنے والی ویب سائٹ اسٹیٹاسٹاStatista.com کے مطابق پوری دنیامیں صرف سوشل میڈیاکےاستعمال کرنے والوں کی تعدادسواپانچ ارب سے تجاوز کرچکی ہے۔ان میں فیس بُک (میٹا)،یوٹیوب،انسٹاگرام،واٹس اپ،ٹک ٹاک،وی چیٹ،ٹیلی گرام،اسنیپ چیٹ،ٹیوٹر(ایکس) وغیرہ سب سے زیادہ استعمال ہونے والے پلیٹ فارمزاور ایپلیکیشنز ہیں۔سوشل میڈیا تک رسائی حاصل کرنے کے لیےعمومی طور پرکمپیوٹراورموبائل فون کو استعمال کیا جاتا ہے۔

جہاں تک موبائل فون کاتعلق ہےتو موبائل فون کی ایجاد نے جہاں آپس کے رابطے میں

سہولت پیدا کی تھی وہیں ایمرجنسی کی صورت میں فوری رابطہ کرنے کے ذرائع بھی عوام کو میسر آئے؛ مگر جوں جوں کمپیوٹر سائنس اور ٹیلی کمیونیکشن انجینئرنگ میں ترقی ہوئی، اس موبائل فون نے بھی ترقی کے مراحل طے کیے اور اب ہمارے سامنے موبائل فون کی جدید شکل اسمارٹ فون کی صورت میں موجود ہے۔ لہٰذا عمومی طور پر جب ہم موبائل فون کہتے ہیں تو اس سے یہی اسمارٹ فون مراد ہوتا ہے، لہٰذا ہم اپنے اس مضمون میں موبائل فون اور اسمارٹ فون کو مترادف الفاظ کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس اسمارٹ فون کو اب بلا مبالغہ دسیوں قسم کے کاموں میں استعمال کیا جارہا ہے جن میں ای میل، فیکس، اسکیننگ سے لے کر گیمنگ، ٹریڈنگ، کیلکولیٹر، کیمرہ، اور ویڈیوز دیکھنے تک شامل ہیں۔ اب سے بیس پچیس سال پہلے گھروں میں جو ٹی وی ہوا کرتا تھا اس میں وہی ٹی وی چینلز اور پروگرام دیکھے جاسکتے تھے جو کہ حکومتی اجازت سے ٹی وی چینلز نشر کرتے تھے۔ اگر کسی کو اپنی پسند کی فلم یا کوئی پروگرام دیکھنا ہوتا تو اس کے لیے وہ علیحدہ سے وی سی آر لے کر آتا اور پھر اس کے ذریعے سے اپنے من پسند پروگرامز کو دیکھتا۔ اسمارٹ فون نے انسانوں کو ان مختلف الیکٹرانک آلات کی قید سے بھی نجات دے دی اور اب اسی اسمارٹ فون پر وہ جب چاہے، جہاں چاہے اور جس طرح کے پروگرامز چاہے دیکھ سکتا ہے۔ نیز بڑی ٹیکنالوجی کمپنیوں نے جس طرح سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو فروغ دیا ہے اس کے نتیجے میں بچے اور نوجوان بے حیائی، عریانی، فحاشی، گیمنگ، چیٹنگ، جوا، سٹہ اور سود جیسی مخربِ اخلاق اسکیموں کے عادی ہوچکے ہیں اور اخلاقی گراوٹ کی پستیوں میں گر چکے ہیں الا ماشاء اللہ۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ موبائل فون اور سوشل میڈیا کے استعمال سے دماغی صحت پر انتہائی بُرا اثر پڑتا ہے اور سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق بالخصوص بچوں اور نوجوانوں کے لیے تو اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا بہت نقصان دہ ہے۔ اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے تباہ کن اثرات اب کسی سے مخفی نہیں۔ انہی تباہ کن اثرات کی وجہ سے ترقی یافتہ ممالک میں ایسے قوانین بننا شروع ہوچکے ہیں جن میں واضح طور پر موبائل فون اور سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ میں ایک چھوٹے سے یورپی ملک آئرلینڈ کی مثال پیش کرنا چاہوں گا کہ جہاں پر پرائمری اسکولوں میں بچوں کے سوشل میڈیا کے استعمال اور موبائل فون لانے پر پابندی ہے اور اگر کوئی طالبِ علم موبائل فون اسکول لے کر آئے گا تو اسکول ٹیچر اس کے موبائل فون کو ضبط کرلیتے ہیں۔

آئرلینڈ کی وزارتِ تعلیم کی وزیر نورما فولے Norma Foley سیکنڈری اسکولوں میں بھی

اسمارٹ فون لانے پر پابندی لگانے کی منصوبہ بندی کررہی ہیں۔[۱] ان کا بیان ہے کہ:

"The Minister for Education is planning to ban mobile phones from all second-level schools in response to research which links use of devices to student distraction and cyberbullying.
While most second level schools either restrict the use of mobile phones or oblige students to place them in lockers, Norma Foley said she was convinced a wider ban was the best way forward."

''وزارتِ تعلیم کی وزیر موبائل فون کو تمام سیکنڈری اسکولوں میں لانے پر پابندی لگانے کی منصوبہ بندی کررہی ہیں اس تحقیق کے نتیجے میں جو کہ طالبعلموں کے آلات (موبائل فون) کے استعمال کرنے کو ان میں انتشار پیدا ہونے (یعنی ان کی توجہ تعلیمی کاموں سے ہٹنے) اور سائبر ہراسانی کا شکار ہونے سے جوڑتی ہے۔

جب کہ زیادہ تر سیکنڈری اسکول موبائل فون پر پابندی لگاتے ہیں یا طلباء کو موبائل فون لاکرز میں رکھنے پر مجبور کرتے ہیں، نورما فولے اس بات پر قائل ہیں کہ موبائل فون پر وسیع ترین پابندی ہی آگے بڑھنے کا بہترین طریقہ ہے۔''

قارئین دیکھیے کہ جس تحقیق کا آئرلینڈ کی وزارتِ تعلیم کی وزیر حوالہ دے رہی ہیں اس میں دو بنیادی وجوہات ذکر کی گئی ہیں، اول طلباء کا پڑھائی سے رجحان ہٹنا اور دوسرا سائبر ہراسانی۔ اقوامِ متحدہ کا فنڈ برائے اطفال یونیسیف کے مطابق سائبر بلینگ Cyberbullying یعنی سائبر ہراسانی کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز، مثلاً انٹرنیٹ، سوشل میڈیا یا موبائل فون کا استعمال کرتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو ڈرائے، اُس کے متعلق جھوٹ بولے، اُسے دھمکائے، گالی گلوچ کرے، ہراساں کرے، اسے جان بوجھ کر تکلیف پہنچائے، جعلی اکاؤنٹ بنا کر غیر مناسب میسجز دوسرے کو بھیجے، اور دوسرے شخص کے کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کرے۔[۲] یہ دونوں ہی وجوہات ایسی ہیں جن سے بچوں اور طلباء کا مستقبل داؤ پر لگتا ہے اور وہ طرح طرح کے نفسیاتی، ذہنی اور دیگر امراض کا شکار ہورہے ہیں۔ ایک اور تحقیقی رپورٹ یہ بیان کرتی ہے کہ ان ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز، سوشل میڈیا اور اسمارٹ فون کے استعمال سے ڈی ہیومنائزیشن Dehumanisation یعنی انسان میں سے انسانی صفات کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مغربی ترقی یافتہ ممالک میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز پر عائد پابندیاں

آئرلینڈ تو ایک چھوٹا سا یورپی ملک ہے، آپ اقوامِ متحدہ کی تعلیمی، علمی وثقافتی تنظیم یونیسکو کی گلوبل ایجوکیشن مانیٹرنگ رپورٹ 2023 کو ہی دیکھ لیجیے جو کہ واضح طور پر کہتی ہے کہ ''موبائل فون اسکولوں میں سیکھنے کے عمل میں رکاوٹ بنتے ہیں''۔[۳] رپورٹ میں درج ہے کہ بلجیم، اسپین، اور برطانیہ میں اسکولوں میں سے اسمارٹ فون کو ختم کرنے سے بچوں کے سیکھنے کے عمل میں بہتری آئی ہے۔ یہ رپورٹ چار سو پینتیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس کو عالمی ماہرینِ تعلیم نے مرتب کیا ہے۔ یوں تو یہ رپورٹ پوری ہی پڑھنے کے قابل ہے کیونکہ یہ ٹیکنالوجی کا تعلیمی اداروں اور تعلیم پر اس کے اثرات کا ذکر کرتی ہے؛ مگر اس رپورٹ کا آٹھواں باب نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں ٹیکنالوجی کے منفی اثرات اور عالمی سطح پر ٹیکنالوجی، موبائل فون اور سوشل میڈیا پر عالمی پابندی کے قوانین کو تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں ایک اقتباس درج ہے۔

"Studies from Belgium, Spain and the United Kingdom show that banning mobile phones from schools improves academic performance. especially for low-performing students. Analysis for this report shows that globally, almost one in four countries has introduced such bans in laws or policies.

Article 25 of the education law in Tajikistan states that the use of mobile phones by students is prohibited in primary, vocational and secondary schools. In Uzbekistan, the law calls for switching off all devices when entering schools.

Several schools and universities in the United States have also started banning TikTok and other platforms."

ستمبر 2024 کو برطانوی اخبار گارڈین میں چھپنے والی ''ہم پچھلے زمانے میں واپس جا رہے ہیں'' رپورٹ[۴] کے مطابق کئی یورپی ممالک اسمارٹ فون کے اسکولوں میں لانے پر تدریجاً پابندی لگا رہے ہیں جن میں سرفہرست نیدرلینڈ، فرانس، ہنگری، اٹلی، اور یونان جیسے ممالک شامل ہیں۔ ان ممالک کے اسکولوں سے جڑے ماہرین تعلیم کا یہ ماننا ہے کہ جب ہم اسکولوں میں تمام بچوں کو دیکھتے

ہیں تو وہ برآمدہ میں ٹہلتے ہوئے اسمارٹ فون میں منہمک نظر آتے ہیں، اُن کی آپس کی بات چیت ختم ہوچکی ہے اور کھیل کھیلنے والی ٹیبل ٹینس کی ٹیبلیں ویران پڑی رہتی ہیں اور بنیادی طور پر سماجی ثقافت کو کھو بیٹھے ہیں۔

"Six years ago, as officials at the Netherlands' Calvijn College began considering whether to ban phones from their schools, the idea left some students aghast.

"We were asked whether we thought we were living in the 1800s," said Jan Bakker, the chair of the college, whose students range in age from 12 to 18 years.

While the majority backed the idea, about 20% of the parents, teachers and students surveyed were staunchly opposed. Some were parents who worried about not being able to get hold of their children during the day, while a handful of teachers argued it would be better to embrace new technologies rather than shun them.

Still, school officials pushed forward. "Walking through the corridors and the school yard, you would see all the children were on their smartphones. Conversations were missing, the table tennis tables were empty," said Bakker. "Basically we were losing the social culture.""

اسی طریقے سے نیدرلینڈ کی حکومت نے موبائل فون، اسمارٹ واچز (گھڑیوں) اور ٹیبلٹس پر اسکولوں میں پابندی عائد کردی ہے۔[۵] اس وقت برطانوی پارلیمنٹ[۶] میں اس موضوع پر قانون سازی کے لیے بحث چل رہی ہے کہ کیا اسکولوں پر یہ لازم کردیا جائے کہ وہ مکمل طور پر موبائل فون فری ہوں؟ آرگنائزیشن آف اکنامک کارپوریشن اینڈ ڈیولپمنٹ (اوای سی ڈی) یعنی اقتصادی تعاون وترقی کی عالمی تنظیم کی رپورٹ[۷] کے مطابق حد سے زیادہ ڈیجیٹل آلات کا کلاس روم میں استعمال سے طلباء کی تعلیمی کارکردگی پر منفی اثر پڑتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق[۸] امریکہ میں کم ازکم انیس ریاستوں نے ایسے قوانین منظور کیے ہیں یا ایسی پالیسی نافذ کی ہیں جو ریاست بھر میں طلباء پر اسکولوں میں اسمارٹ فون کے استعمال پر پابندی عائد کرتی ہیں۔

“Cell phones, smart watches, and tablets are now banned for pupils at Dutch primary and secondary schools. The Dutch government called them a "distraction" that reduces academic performance and social interaction.

"There is increasing evidence that cell phones in class are harmful. Students can concentrate less and their performance suffers. We need to protect students from that," the Dutch government said in a statement.

Greece and Italy already have mobile phone bans in schools, and Germany has been mulling a similar move.

A recent study by the Organization for Economic Cooperation and Development (OECD) recommened limiting the use of phones at school.”

آسٹریلیا کی حکومت نے پچھلے مہینے یعنی نومبر 2024 کو سولہ سال تک کی عمر کے بچوں کو سوشل میڈیا استعمال کرنے پر پابندی کا قانون نافذ کردیا ہے اور اس کے پارلیمنٹ نے دنیا کا سخت ترین قانون پاس کیا ہے[۹] آسٹریلین وزیر برائے مواصلات میشیل رولینڈ Michelle Rowland کے مطابق ٹک ٹاک، فیس بک، انسٹاگرام، ایکس (ٹیوٹر)، اسنیپ چیٹ وغیرہ پر 2025 تک مکمل پابندی لگائی جائے گی۔ آسان الفاظ میں سولہ سال کی عمر کے بعد ہی کوئی آسٹریلیا میں سوشل میڈیا کو استعمال کرسکے گا اور یہ پابندی صرف سوشل میڈیا کے اسکولوں میں استعمال تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ چوبیس گھنٹے سولہ سال کے کم عمر بچوں کو مکمل طور پر سوشل میڈیا استعمال کرنے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

“Australia will ban children under 16 from using social media, after its parliament approved the world's strictest laws.

The ban, which will not take effect for at least 12 months, could see tech companies fined up to A$50m ($32.5m; £25.7m) if they don't comply.

Prime Minister Anthony Albanese says the legislation is needed to protect young people from the "harms" of

social media, something many parent groups have echoed.

The legislation does not specify which platforms will be banned. Those decisions will be made later by Australia's communications minister, who will seek advice from the eSafety Commissioner - an internet regulator that will enforce the rules.

However the minister, Michelle Rowland, has said the ban will include Snapchat, TikTok, Facebook, Instagram and X. Gaming and messaging platforms are exempt, as are sites that can be accessed without an account, meaning YouTube, for instance, is likely to be spared."

سوچنے کی بات ہے کہ کیوں ہمارے حکومتی عہدیداروں، سیاستدانوں، پالیسی بنانے والوں کے ساتھ ساتھ اسکولوں، کالجز، اور یونیورسٹیوں سے جڑے لوگوں کو یہ ترقی یافتہ ممالک کے قوانین اور پالیساں نظر نہیں آتیں؟

چند گزارشات

آخر میں ہم اس مضمون کے ذریعے ٹیکنالوجی کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرنا چاہیں گے۔

✳ اسکولوں کے اندر بچوں کے موبائل فون اور اس سے جڑی ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز کے لانے اور استعمال پر مکمل پابندی لگائی جائے۔ یہ صرف راقم کی تجویز نہیں ہے؛ بلکہ یہ تجویز اقوامِ متحدہ کی تعلیمی، علمی وثقافتی تنظیم یونیسکو کی جانب سے گلوبل ایجوکیشن مانیٹرنگ رپورٹ 2023 میں دی گئی ہے اور اس پر کئی ترقی یافتہ ممالک نے عمل بھی کیا ہے اور ان ممالک میں اسکولوں میں بچوں کے موبائل فون لانے پر پابندی ہے۔ ان ممالک میں برطانیہ، آئرلینڈ، اسپین، بیلجیم اور دیگر کئی ممالک شامل ہیں۔

✳ بچوں اور نوجوانوں کے سوشل میڈیا کے استعمال پر مکمل پابندی عائد کی جائے اور اس کے لیے مناسب قانون سازی کی جائے۔ آسٹریلیا کی ہی مثال دیکھ لی جائے کہ وہاں پر سولہ سال سے کم عمر بچوں پر سوشل میڈیا کے استعمال پر مکمل پابندی عائد کردی گئی ہے۔

✳ پرائمری وسیکنڈری اسکولوں میں بچوں کی ذہنی نشو ونما کے لیے انہیں جدید ٹیکنالوجیز سے دور

رکھا جائے۔اس کے لیے امریکہ، برطانیہ،فرانس،اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں جو قانون سازی اور پالیساں نافذ کی گئی ہیں ان کو دیکھ لیا جائے۔

❊ ❊ ❊

حواشی

(1) Mobile phones set to be banned across all second-level schools under new Government plans, Irish Times, 21st Aug 2024.

Link:https://www.irishtimes.com/ireland/education/2024/08/21/minister-plans-mobile-phone-ban-across-second-level-schools/

(2) Cyberbullying, UNICEF, United Nations.

Link: https://www.unicef.org/end-violence/how-to-stop-cyberbullying

(3) 2023 GEM Report:Technology ineducation, UNESCO.

Link: https://www.unesco.org/gem-report/en/technology

(4) Ashifa Kassam, 'Going back in time': the schools across Europe banning mobile phones, Guardian, 09th Sep 2024.

Link:https://www.theguardian.com/world/article/2024/sep/09/dutch-school-that-banned-mobile-phones-calvijn-college

(5) Netherlands: Nationwide ban on phones in schools underway, DW News.

Link:https://www.dw.com/en/netherlands-nationwide-ban-on-phones-in-schools-underway/a-70110245#:~:text=Cell%20phones%2C%20smart%20watches%2C%20and,academic%20performance%20and%20social%20interaction.

(6) Mobile phones in schools: Mandating a ban? UK Parliament, 21st Nov 2024.

Link: https://lordslibrary.parliament.uk/mobile-phones-in-schools-mandating-a-ban/

Students, digital devicesdigital devices and successand success, OECD 2024.

Link:https://www.oecd.org/content/dam/oecd/en/publications/reports/2024/05/

(7) students-digital-devices-and-success_621829ff/9e4c0624-en.pdf

(8) Arianna Prothero et al, 'Which states ban or restrict cell phones in schools?', Education Week, 28 June 2024.

Link:https://www.edweek.org/technology/which-states-ban-or-restrict-cellphones-in-schools/2024/06

(9) Australia approves social media ban on under-16s, BBC News, 28 Nov 2024.

Linl: https://www.bbc.com/news/articles/c89vjj0lxx9o

❊ ❊ ❊

عورت کا مقام—تاریخِ عالم اور اسلام کے تناظر میں

از: مولانا محمد توقیر رحمانی
لیکچرر: مرکز المعارف، ممبئ

عورت کا مقام اور اس کے حقوق کا معاملہ انسانیت کے ابتدائی دور سے ہی مختلف تہذیبوں میں زیرِ بحث رہا ہے۔ کبھی اسے انسانیت کے دائرے سے نکال کر ذلت و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا گیا، تو کبھی اس پر ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ جنہیں تاریخ کے صفحات بھی سنجیدہ دل کے ساتھ محفوظ کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ کبھی وہ محض خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ سمجھی گئی، تو کبھی اس کے وجود کو محض ایک جسمانی حیثیت تک محدود کر دیا گیا۔

عورت پر ہونے والے مظالم کی تاریخ ایک ایسا دردناک باب ہے جسے انسانی تہذیب کی شرمندگی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ایسے ادوار بھی گزرے ہیں جب عورت کے حقوق کو پیروں تلے روندنا سماجی فخر کی علامت سمجھا گیا اور اسے انسانیت کی صف سے یکسر خارج کر دیا گیا۔ یہ ظلم اور جبر محض ایک تاریخی بیانیہ نہیں؛ بلکہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ کس طرح ایک مہذب سماج اپنی اخلاقی بنیادوں سے گر سکتا ہے۔ عورت کا مقام، اس کی عظمت، اور اس کے حقوق کی بازیافت، صرف تاریخ کا سبق نہیں؛ بلکہ ایک فلسفیانہ اور اخلاقی مسئلہ ہے جو ہمیشہ ہمارے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑتا رہے گا۔

اگر بعثتِ نبوی سے قبل کے عہدِ تاریک پر نظر ڈالی جائے تو دل پر ایک گہرا رنج طاری ہوتا ہے، اور انسانی ضمیر سکتے میں چلا جاتا ہے۔ تاریخِ ہند کے ورق پلٹنے سے یہ تلخ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ عورت کو ہمیشہ کمزور، ناقابلِ اعتماد اور بے وقعت سمجھا گیا۔ اس پر تحقیر کی نگاہ ڈالنا گویا ایک سماجی روایت بن چکی تھی۔

عورت کی زندگی شوہر کے وجود سے مشروط تھی۔ اگر شوہر کی موت واقع ہو جاتی، تو عورت پر ایک دوسرا ہی عالم طاری ہو جاتا۔ وہ جیتے جی مرنے کے مترادف ہو جاتی۔ بیوہ ہونے کا مطلب تھا

کہ وہ نہ صرف سماج کی نظروں میں گر چکی ہے؛ بلکہ اسے کسی نئی زندگی کا حق بھی نہیں۔ دوسری شادی کا تصور تو دور کی بات، اسے طعن وتشنیع، ذلت ورسوائی، اور شدید نفسیاتی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ وہ اپنی زندگی خادمہ یا لونڈی کی حیثیت سے گزارنے پر مجبور ہوتی، گویا وہ ایک بوجھ بن چکی ہو۔

سب سے دردناک رسم ''ستی'' تھی، جس میں عورت کو اپنے مرحوم شوہر کی چِتا کے ساتھ زندہ جل جانا پڑتا۔ یہ محض ایک جسمانی المیہ نہیں؛ بلکہ ایک روحانی ظلم بھی تھا، جو اس دور کے معاشرے کی سنگ دلی اور جہالت کی غمازی کرتا ہے۔

یہ حالات نہ صرف اس دور کے انسانی رویوں کی عکاسی کرتے ہیں؛ بلکہ ایک گہری فلسفیانہ بحث کو جنم دیتے ہیں کہ انسانی معاشرہ کس قدر اپنی اخلاقی پستی کا شکار ہوسکتا ہے۔ بعثتِ نبوی کے نور نے ایسے ہی اندھیروں کو چھانٹ کر عورت کے وجود کو ایک نئی عظمت اور انسانی وقار عطا کیا، جس نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔

اگر ہم دیگر اقوام کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو وہاں بھی عورت کی حالت اس سے مختلف نہ تھی؛ بلکہ بعض مقامات پر تو ظلم وتحقیر کے ایسے ذلت آمیز مظاہر سامنے آتے ہیں کہ انسانیت لرز اٹھے۔ ایران و روم کی تہذیبوں میں، خواہشات کی تکمیل کا عالم یہ تھا کہ اپنے ہی گھر کی دیواروں کو اخلاقیات کی آخری پناہ گاہ سمجھ کر ماں، بہن، اور بیٹیوں کو بھی ہوس کا شکار بنالیا جاتا۔ ان کا فلسفہ یہ تھا کہ عزت کو گھر کے اندر ہی محدود رکھو، گویا غیرت وشرافت کا مفہوم ہی مٹ چکا تھا۔ وہاں معاشرتی نظام کے مقابلے میں تجرد پسندی اور مکمل آزادی کا رجحان؛ اس لیے پروان چڑھا کہ عورت کو ہر طرح ذلیل کیا جاسکے اور اس کے وجود کو محض جسمانی تسکین کا ذریعہ بنایا جاسکے۔

اہلِ عرب کا حال بھی اس سے بہتر نہ تھا۔ ظلم وستم ان کے معاشرتی ڈھانچے میں اس قدر سرایت کر چکا تھا کہ عورت کو میراث سے مکمل طور پر محروم رکھا گیا اور طلاق کے بعد دوسری شادی کا حق دینے کا تصور بھی مفقود تھا۔ لڑکیوں کی پیدائش کو اتنا بڑا ننگ وعار سمجھا جاتا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے میں کوئی تردد نہ کرتے۔ کہیں یہ ظلم غیرت کے نام پر کیا جاتا تو کہیں غربت ومفلسی کا بہانہ بنا کر۔ یہ ظلم وجور کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا؛ جب تک اسلام نے ان تاریک افقوں کو منور نہیں کیا۔ صعصعہ بن ناجیہ کا یہ بیان خود گواہ ہے کہ اسلام کے ظہور تک وہ تین سو زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو فدیہ دے کر بچا چکے تھے۔

ایران وروم اور عرب کے یہ تمدن عورت کو انسانیت کی صف سے نکال کر محض ایک عیش وعشرت

کا سامان بنا چکے تھے۔شاہی حرم سرا میں عورتوں کی کثرت نہ محبت کا مظہر تھی اور نہ عزت کا؛ بلکہ یہ نفس پرستی کی انتہا تھی۔جگہ جگہ بازاری عورتوں کے اڈے موجود تھے، جہاں انہیں صرف ایک ذریعہ لذت سمجھا جاتا تھا۔اگر ایک جملے میں ان تہذیبوں کی تصویر کشی کی جائے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ عورت انسانی زمرے سے خارج تھی؛ایک ایسا ساز جسے بس ''استعمال کرو اور پھینک دو''!

یہ ظلم و بربریت اس وقت تک جاری رہی، جب تک اسلام کے آفتاب نے طلوع ہوکر اس گہرے اندھیرے کو ختم نہ کر دیا اور عورت کو ایک عظیم انسانی مقام عطا نہ کیا، جہاں عزت، وقار، اور حقوق اس کے مقدر کا حصہ بنے۔یہ وہ انقلاب تھا جس نے دنیا کو بتایا کہ عورت نہ صرف انسان ہے، بلکہ ایک مکمل کائنات کی معمار بھی ہے۔

ایسے تاریک اور پرفتن دور میں اسلام کا طلوع یقیناً ایک نورِ ہدایت اور نعمتِ عظمیٰ ثابت ہوا،جس نے نہ صرف انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھا؛ بلکہ عورت کو وہ بلند مقام عطا کیا جس کی وہ ازل سے مستحق تھی۔اسلام نے عورت کو معاشرتی جبر، صنفی تعصب،اور ذلت آمیز رسم و رواج کے شکنجوں سے نکال کر ایک ایسا وقار بخشا جس کی مثال کسی اور تہذیب میں ملنا محال ہے۔قرآن مجید نے عورت کے حقوق کو نہایت جامعیت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا،اور معاشرے کو یہ سکھایا کہ عورت محض جسم یا کسی کی ملکیت نہیں؛ بلکہ وہ انسانی کرامت کی شریک ہے۔

قرآن نے عورت کے حقوق کو انسانی مساوات کے دائرے میں یوں متعین کیا:

''اور عورتوں کے لیے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے لیے ہیں۔''(البقرۃ:228)

یہ آیت اس بات کا اعلان ہے کہ عورت محض ایک تابع فرمان ہستی نہیں؛ بلکہ وہ مساوی حقوق اور احترام کی حق دار ہے۔

وہ عورت جو جاہلیت کے زمانے میں میراث سے محروم تھی اور خود مالِ وراثت سمجھی جاتی تھی، اسلام نے اسے نہ صرف وارث کا درجہ دیا؛ بلکہ اس کے حق کو شریعت کے ذریعے محفوظ بھی کیا۔اللہ تعالیٰ نے یہ اصول طے کر دیا:

''مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں،خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔''(النساء:7)

اسلام نے یہ اعلان کر کے مرد و عورت کے درمیان تفریق کے تمام دروازے بند کر دیے اور

عورت کوانسانی عظمت کے بلند ترین مقام پر فائز کیا۔ وہ عورت جو کبھی معاشرتی تحقیر کی علامت تھی، اب اسلامی نظام کے تحت معاشرے کی ایک معزز اور مساوی رکن بن گئی۔

یہ انقلاب نہ محض قانونی اصلاحات کا نتیجہ تھا؛ بلکہ ایک اخلاقی اور روحانی انقلاب تھا، جس نے محرم ونامحرم کی تمیز کو واضح کر کے خاندان اور معاشرے کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ اسلام نے عورت کو نہ صرف حقوق دیے؛ بلکہ اس کی حیثیت کو ایسی رفعت بخشی جو تاریخ کے کسی اور نظام میں ممکن نہ ہوسکی۔

یہی وہ قرآنی فلسفہ ہے جو عورت کے وجود کو انسانیت کے حسن کا مظہر قرار دیتا ہے اور یہ پیغام دیتا ہے کہ انسانی کرامت مرد وعورت کی صنف سے ماورا ہے۔ اسلام کا یہ عطیہ آج بھی دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے، جو ہر دور میں روشنی اور رہنمائی فراہم کرتا رہے گا۔

اسلام نے عورت کے وجود کو نہ صرف وقار بخشا؛ بلکہ اس کے مقام ومرتبے کو آفاقی اصولوں کے ذریعے محفوظ کر دیا۔ محرم اور نامحرم کی فہرست کو نہایت وضاحت سے بیان کیا، اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور عزت واحترام کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا۔ قرآن مجید نے عورت کے حقوق کو اس قدر تفصیل سے موضوعِ سخن بنایا کہ ایک مکمل سورت، ''النساء''، انھیں کی عزت وتکریم پر مبنی نازل فرمائی۔ یہ ایک ایسا تاریخی اعلان تھا جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسلام نے عورت کے وجود کو انسانیت کے حسن کا محور قرار دیا۔

لیکن افسوس کہ آج کے نام نہاد ترقی یافتہ دور میں عورت کو آزادی کے نام پر ایک بار پھر ظلم اور ہوس کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے۔ مغربی تہذیب نے عورت کو ایسی آزادی دی جو درحقیقت اس کی روحانی، جسمانی، اور معاشرتی غلامی کی بدترین شکل ہے۔ یورپ کے معاشروں میں ماں، بہن، بیٹی، اور بیوی کے مقدس رشتوں کا فرق مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور عورت کو محض ایک جسمانی شے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے بلکہ قبل از ولادت ہی مار دینے کا ایک نیا ہنر اور آلہ مل گیا ہے۔ یہ وہی دورِ جاہلیت کی تاریک روایتیں ہیں جنھیں اسلام نے مٹا دیا تھا؛ مگر آج جدیدیت کے پردے میں ان پر پھر سے رنگ وروغن کیا جا رہا ہے۔

مغربی دنیا کا فلسفہ یہ تاثر دیتا ہے کہ عورت صرف حسن وشباب کی دولت تک قابلِ التفات ہے؛ جب تک اس کی جوانی چمک رہی ہو، اسے لطف وسرور کے لیے استعمال کیا جائے، اور جیسے ہی بڑھاپے کی جھریاں اس کے چہرے پر نمودار ہوں، اسے ترک کر دیا جائے۔ یہ طرزِ فکر عورت کی عزت وعظمت کو پامال کرنے کی ایک خطرناک سازش ہے، جو بظاہر آزادی کے نام پر؛ مگر درحقیقت ذلت و

پستی کے گہرے گڑھے میں دھکیل رہی ہے۔

اسلام، ایک آفاقی مذہب ہونے کے ناطے، ان گمراہ کن نظریات کی سختی سے تردید کرتا ہے۔ اس نے عورت کو ایک مقدس اور محترم مقام عطا کیا ہے، جو نہ اس کی ظاہری خوبصورتی پر منحصر ہے اور نہ اس کی جسمانی صلاحیتوں پر۔ اسلام نے عورت کو خاندان کی بنیاد، معاشرت کی معمار اور انسانیت کی محافظ قرار دیا۔ اس کا مقام اس کے کردار، عزت اور اخلاقی اقدار سے وابستہ ہے، نہ کہ کسی وقتی معیارِ حسن سے۔

یہی وہ پیغام ہے جو قرآن کی آیات اور رسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات کے ذریعے ہمیں دیا گیا ہے۔ عورت کے حقوق کا تحفظ، اس کی عزت وعظمت کی حفاظت اور اس کے وجود کو وقار بخشنا، وہ بنیادی اصول ہیں جنہوں نے اسلام کو ایک عظیم انسانی تہذیب بنایا۔ آج دنیا کو پھر سے ان تعلیمات کی روشنی میں عورت کے مقام کو پہچاننے اور اس کے ساتھ انصاف کرنے کی ضرورت ہے۔

مرد کا تجھ سے ہے رشتہ، ترے دامن سے ہے
تُو اگر نہ ہو تو جہاں میں نہیں کچھ بھی

✻ ✻ ✻

مولانا ولی الحق صدیقی افغانی کی رحلت

از: شاہ اجمل فاروق ندوی
نگراں شعبۂ تحقیق انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی

۵/ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ/۱۲/جون ۲۰۲۴م کو افغانستان سے یہ افسوس ناک خبر آئی کہ یادگارِ اسلاف اور سرزمینِ افغانستان پر باعثِ برکات مولانا ولی الحق صدیقی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی ولادت افغانستان کے صوبے ننگرہار کے علاقے سرخرود میں ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۷م میں ہوئی تھی۔ اس طرح انھوں نے تقریباً سو سال عمر پائی۔ ان کا خاندان اہل علم وفضل کا خاندان تھا۔ ان کے والد گرامی مفتی عبدالحق صدیقی اور چچا مولانا عبدالخالق صدیقی دونوں مستند عالم تھے۔ اسی طرح ان کے دادا قاضی صاحب گل صدیقی بڑے عالم اور پردادا جناب احمد گل صدیقی بھی معتبر شخصیت کے مالک تھے۔

مولانا ولی الحق صدیقی اُس دور کی یادگار تھے، جس دور میں افغانستان اور موجودہ پاکستان و بنگلہ دیش کے طلبہ خاصی تعداد میں ہندستان آتے تھے۔ اپنے اپنے مسلک ومشرب کے لحاظ سے ملک کے مختلف حصوں میں قائم مدارس اور شخصیات سے استفادہ کرتے تھے۔ ایسے طلبہ کی اچھی تعداد دیوبند بھی پہنچتی تھی۔ اُسی زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں ہمارے مخدوم ومحترم مولانا تبارک اللہ صدیقی ململی بھی زیر تعلیم تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ ''ہمارے وقت میں دارالعلوم دیوبند میں کم وبیش ستّر بہتّر افغانی طلبہ پڑھتے تھے۔'' ہمارے ممدوح مولانا ولی الحق صدیقی بھی انھیں طلبہ میں شامل تھے۔ انھوں نے دیوبند میں تقریباً دس سال قیام کیا۔ وہ ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۰م میں دیوبند پہنچے اور ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰م میں وہاں سے اپنے وطن واپس لوٹے۔

افغانستان میں اور پاکستان کے سرحدی علاقوں میں دارالعلوم دیوبند کا تعارف شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی شخصیت اور اثرات کی وجہ سے ہوا تھا؛ اس لیے شیخ الہند کی حیات میں دیوبند

آنے والے طلبہ کا مرکز و محور شیخ الہند ہی کی ذات گرامی ہوتی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں اُن کے وصال کے بعد جو طلبہ دیوبند پہنچے وہ شیخ الہند کے رنگ میں سب سے زیادہ رنگی ہوئی شخصیت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو اپنی عقیدت کا سب سے بڑا مرکز بناتے تھے۔ اُس زمانے میں بالعموم صحیح بخاری اور جامع ترمذی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، صحیح مسلم علامہ محمد ابراہیم بلیاوی اور سنن ابوداؤد شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہوی پڑھایا کرتے تھے۔ یہ تینوں بزرگ شیخ الہند کے شاگرد تھے؛ اس لیے افغانی طلبہ اپنے ان تینوں اساتذہ سے سب سے زیادہ قرب رکھتے تھے۔ بعد میں شیخ الہند کے ایک اور شاگرد مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی بھی شیخ الحدیث بن کر دارالعلوم دیوبند پہنچے تھے؛ لیکن اُن کے دور میں ملک کی تقسیم کو اچھا خاصا وقت گزر چکا تھا اور افغانی طلبہ کی آمد کا سلسلہ تقریباً موقوف ہو چکا تھا؛ اس لیے اُن کے ذریعے ۱۹۷۲ء تک شیخ الہند کی نسبت تو عام ہوتی رہی؛ لیکن افغانوں اور سرحدی قبائل تک یہ فیض نہیں پہنچ سکا۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا ولی الحق صدیقی نے دارالعلوم دیوبند کے زریں عہد میں دس سال گزارے۔ خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی اور صاحب زادہ شیخ الاسلام مولانا محمد اسعد مدنی اُن کے ہم سبق رہے۔ یہ بات تقریباً وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اُس صف کا کوئی فرد اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ امارت اسلامی افغانستان کو بھی مولانا کی اس عالی نسبت کی قدر تھی؛ اسی لیے کچھ عرصے پہلے وہاں کے ایک مرکزی وزیر نے ایک وفد کے ساتھ اُن کی خدمت میں حاضری دی تھی۔

مولانا ولی الحق صدیقی نے دارالعلوم دیوبند میں صحیح بخاری مولانا حسین احمد مدنی سے، صحیح مسلم علامہ محمد ابراہیم بلیاوی سے، سنن ابوداؤد مولانا اعزاز علی امروہوی سے، جامع ترمذی مولانا حسین احمد مدنی سے، سنن نسائی مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے، سنن ابن ماجہ مولانا قاری محمد طیب قاسمی سے پڑھی تھی۔ عالم عرب کے علمائے حدیث کے درمیان مولانا ولی الحق صدیقی کی اہمیت ایک تو اس لیے تھی کہ مولانا حسین احمد مدنی کے اتنے قدیم تلامذہ اب نہیں پائے جاتے؛ اسی لیے شامی عالم و محقق ڈاکٹر زیاد التکلة نے دو سال قبل شعبان کے مہینے میں مولانا کے سامنے صحیح بخاری مکمل پڑھنے کا اہتمام کیا تھا۔ اس مبارک سلسلے کی اختتامی مجلس ۲۷/شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ/ ۳۱/مارچ ۲۰۲۲م منعقد ہوئی۔ پوری دنیا سے سیکڑوں علمائے حدیث اور ہم جیسے طلبہ نے آن لائن مجالس میں شرکت کی۔ روزانہ تقریباً تین گھنٹے قرأت ہوتی تھی۔ مولانا بہت سکون کے ساتھ پوری مجلس سماعت فرماتے تھے۔ آخر میں پرسوز انداز میں دعا بھی کراتے تھے۔ اُن کی مبارک زبان سے نکلنے والے دعائیہ کلمات آج

بھی کانوں میں رس گھولتے ہیں۔

علمائے حدیث کے درمیان مولانا ولی الحق صدیقی کی اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے موطأ امام محمد شیخ التفسیر محمد مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے پڑھی تھی۔ مولانا کاندھلوی نے مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمان عثمانی سے اور انھوں نے دارالعلوم کے استاذِ اول ملا محمود دیوبندی سے۔ ملا محمود کو شاہ عبدالغنی مجددی سے اجازت حاصل تھی۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کی مسند پر فائز تھے۔ تفسیر بیضاوی اور تفسیر ابن کثیر کا درس دیا کرتے تھے۔ حسب ضرورت احادیث کی مختلف کتابیں بھی اُن کے زیر درس رہیں۔ غالباً موطأ امام محمد صرف ایک ہی سال پڑھائی تھی۔ مولانا ولی الحق صدیقی بھی اس جماعت میں تھے، جس نے مولانا کاندھلوی سے یہ کتاب پڑھی تھی۔ اس لیے عرب علما، وطلبہ مولانا صدیقی کے ساتھ موطا امام محمد کی آن لائن مجالس بھی منعقد کرتے تھے۔ ایک دورے میں مجھے بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ یہ مجالس ۱۶/شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ/ ۲۹/مئی ۲۰۲۱م سے ۲۲/شوال/ ۴/جون تک جاری رہی تھیں۔ مصری عالم شیخ احمد حسن محمد القاضی نے مولانا ولی الحق صدیقی کا ثبت بھی ترتیب دیا ہے۔ اس کا نام **الرضي الكافي في بعض أسانيد مولانا ولي الحق الصديقي** ہے۔ اس میں بہت سی چیزیں نظر ثانی کی بھی محتاج ہیں۔

مجھے ایک مرتبہ مولانا ولی الحق صدیقی سے آن لائن ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اُن کے لباس، بول چال اور ارد گرد کے ماحول سے بہت سلیقہ مندی جھلکتی تھی۔ اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کی آواز بھرا جاتی تھی۔ شاید یہ اُن کی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اُن کے اہل خانہ اُن کا بھی غایت درجہ ادب کرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی اُن سے مستفید ہونے کا موقع دیتے تھے۔ ہمارے ملک میں حال ہی میں وفات پانے والے کچھ عالی نسبت علما، ایسے بھی تھے، جن کے گھر والوں نے صحت وحفاظت کے نام پر انھیں تقریباً محصور کر کے رکھ دیا تھا۔ حد تو یہ کہ کسی سے فون پر گفتگو کی بھی اجازت نہیں تھی، لیکن مولانا ولی الحق صدیقی اس لحاظ سے خوش نصیب تھے کہ اُن کے اہل خانہ اُن کی صرف خاندانی حیثیت سے واقف نہیں تھے، بلکہ اُن کی ملّی، دینی، علمی اور تاریخی اہمیت سے بھی واقف تھے؛ اس لیے انھوں نے مرضِ وفات میں مبتلا ہونے سے پہلے تک بہت منظّم انداز میں ان سے استفادے کا دروازہ کھلا رکھا۔ علما، وطلبہ اُن سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تو انھیں بآسانی ملنے دیا جاتا۔ دنیا بھر سے اہل علم آن لائن استفادے کی کوشش کرتے تو ایک وقت متعین کر دیا جاتا۔ پھر متعینہ وقت پر مولانا کو پوری یکسوئی فراہم کر کے گھر کے کسی بچے کو بھی اُن کے ساتھ

بٹھا دیا جاتا تھا؛ تاکہ کوئی تکنیکی دشواری پیش آئے تو وہ درست کر سکے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے سامنے صحیح بخاری جیسی بڑی کتابیں بھی بہت مرتب انداز میں شروع سے آخر تک ختم کر لی گئیں۔ اہل خانہ کی اس راست فہمی کے نتیجے میں مولانا سے استفادہ کرنے والے علماء، طلبہ اور عام افراد کی تعداد بلا مبالغہ کئی ہزار ہوگی۔ اب یہ فیض عام ہوتا جائے گا اور اس کا ثواب مولانا کے ساتھ ساتھ اُن کے اہل خانہ کے حصے میں بھی لکھا جاتا رہے گا۔

مولانا ولی الحق صدیقی کی رحلت سے افغانستان میں دینی علوم کی ایک روایت اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ وہ برصغیر کی تاریخ کے ایک خوب صورت دور کی یادگار تھے۔ اُن کے ہم سبق خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی کی رحلت پر جو احساس ہم ہندستانی طلبہ کو ہوا تھا، شاید وہی احساس آج افغانی طلبہ کو ہو رہا ہوگا۔ اس احساس کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

وفات پا چکے سب رہ رَوانِ جادۂ عشق
ملال یہ ہے کہ دہلیز عاشقاں بھی گئی

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۴۴۶-۴۷ھ/ ۲۰۲۵-۲۶ء

دارالعلوم دیوبند

میں جدید طلبہ کے لیے ضروری

اور

قدیم طلبہ کی ترقی وتنزلی اور تکمیلات و دیگر شعبوں میں داخلے کے ضابطے

مع

قواعد وضوابط تعلیمات و دارالاقامہ

جاری کردہ

دفتر تعلیمات دارالعلوم دیوبند

==========================

ذمہ دارانِ مدارسِ عربیہ سے درخواست

حامداً ومصلیاً! حضور ﷺ نے طلبۂ عزیز کے ساتھ خیرخواہی کی وصیت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ رِجَالاً يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّيْنِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْراً (رواه الترمذی)

ترجمہ: بے شک بہت سے لوگ زمین کے گوشے گوشے سے علم دین میں تفقہ حاصل کرنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گے، جب وہ آئیں تو تم ان کے بارے میں خیرخواہی کی وصیت قبول کرو۔

اس لئے طلبۂ عزیز کے ساتھ خیرخواہی تمام مدارسِ عربیہ کے ذمہ داروں کا فرضِ اولین ہے، طلبۂ عزیز کے لیے بہتر تعلیم، عمدہ تربیت، اچھا انتظام اور حسبِ استطاعت راحت رسانی، خیرخواہی کے ضمن میں آتی ہیں اور الحمدللہ مدارس عربیہ کے ذمہ داران اس وصیت پر عمل

پیرا ہیں، ان مدارس میں ام المدارس دارالعلوم دیوبند کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اسکی ترقی ،علم وفن کی ترقی، دین کی ترقی اور مسلمانانِ عالم کی ترقی ہے۔ان ہی چیزوں کے پیشِ نظر ذمہ داران مدارس کی خدمت میں عرض کیا جارہا ہے کہ وہ طلبہ کی استعداد سازی اور تربیت پر سب سے زیادہ توجہ فرمائیں،غیر درسی مشاغل اور موانع تعلیم امور پر نظر رکھیں، اور دارالعلوم میں جس جماعت میں داخلے کاارادہ ہے، وہاں تک کی قابل اعتماد استعداد کا پیدا ہوجانا، دارالعلوم میں حاضری سے پہلے ضروری سمجھیں ،اسی لیے چند سالوں سے ماہِ رجب المرجب ہی میں ضروری اصول وضوابط کا اعلان کردیا جاتا ہے۔

آپ حضرات سے مخلصانہ درخواست ہے کہ ان چیزوں پر عمل درآمد کے سلسلے میں خدامِ دارالعلوم کا تعاون فرمائیں۔

ضـــروری ہدایت

(۱) درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ کے تمام کالم سوچ سمجھ کر صحیح صحیح پر کریں۔

(۲) داخلہ ہونے کے بعد جو فارم داخلہ دیا جائیگا اسکی خانہ پری بھی بہت سوچ سمجھ کر سرکاری کاغذات کے مطابق کریں۔اپنا نام اپنے والد کا نام اور پتہ بالکل صحیح اور مکمل لکھیں۔

(۳) اپنی تاریخ ولادت بالکل درست لکھیں۔ کارپوریشن ،نگر پالیکا یا گرام پنچایت کی مصدقہ تحریر کے مطابق اپنی تاریخ ولادت کا اندراج کریں۔بعد فراغت جو سند دی جائیگی اس میں یہی نام، ولدیت، پتہ،اور تاریخ ولادت درج ہوگی۔

عربی درجات وشعبۂ تجوید وقراءت وغیرہ میں
جدید داخلے کے قواعد

(۱) دارالعلوم دیوبند میں مختلف شعبہ جات ہیں، جن میں تخصصات، تکمیلات، شعبۂ تحفظ سنت،شعبۂ تحفظ ختم نبوت،شعبۂ تحقیق وصحافت شیخ الہند اکیڈمی،شعبۂ مطالعۂ عیسائیت ودیگر مذاہب، شعبۂ انگریزی زبان وادب، شعبۂ کمپیوٹر اور شعبۂ دارالصنائع قدیم طلبہ کے لیے ہیں، بقیہ جماعتوں میں قدیم طلبہ کے بعد جو تعداد بچے گی اس کو جدید طلبہ سے مقابلہ کے امتحان کے ذریعہ پورا کیا جائے گا، یعنی ہر جماعت کی مقررہ تعداد کو اعلیٰ نمبرات سے شروع کرکے پورا کیا جائیگا،اور واضح

رہے کہ دارالعلوم دیوبند میں مجلس شوریٰ منعقدہ ۵ رمحرم ۱۴۳۰ھ کی تجویز کے مطابق داخلہ کے سلسلہ میں کسی طرح کی کوئی رعایت وسفارش قبول نہیں کی جاتی۔

نوٹ: درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ کی فیس مبلغ =/100 روپیے ہوگی۔

(۲) اول عربی، دوم عربی، سوم عربی، چہارم عربی مطلوب، نیز حفص عربی مطلوب، اور سبعہ وعشرہ مطلوب کے لیے درخواست داخلہ کی تقسیم ۲رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق یکم راپریل ۲۰۲۵ء سے ۵رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۴راپریل ۲۰۲۵ء کی دوپہر تک ہوگی۔ ۵رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۴راپریل کی شام تک درخواستوں کی واپسی ضروری ہوگی۔ ۶رشوال مطابق ۵راپریل بروز شنبہ نہ ہی درخواستوں کی تقسیم ہوگی اور نہ واپسی ہوگی، اوران درجات کا امتحان داخلہ ۸رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۷راپریل ۲۰۲۵ء دوشنبہ سے شروع ہوگا۔ (تاریخ وار نقشۂ امتحان آخر میں درج ہے)

(۳) پنجم عربی مطلوب، ششم عربی مطلوب، ہفتم عربی مطلوب اور دورۂ حدیث شریف مطلوب کے لیے درخواست داخلہ کی تقسیم ۲رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق یکم راپریل ۲۰۲۵ء سے ۶رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۵راپریل ۲۰۲۵ء کی دوپہر تک ہوگی۔ ۶رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۵راپریل ۲۰۲۵ء کی شام تک درخواستوں کی واپسی ضروری ہوگی۔ ۷رشوال مطابق ۶راپریل بروز یکشنبہ نہ ہی درخواستوں کی تقسیم ہوگی اور نہ واپسی ہوگی، اوران درجات کا امتحان داخلہ ۹رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۸راپریل ۲۰۲۵ء سہ شنبہ سے شروع ہوگا، اوردورۂ حدیث شریف مطلوب کا امتحان ۱۰رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۹راپریل ۲۰۲۵ء چہارشنبہ سے ہوگا۔

البتہ حفص اردو اور کتابت کے لئے درخواستوں کی تقسیم ۲رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق یکم راپریل ۲۰۲۵ء سے ۹رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۸راپریل ۲۰۲۵ء بروز سہ شنبہ کی دوپہر تک جاری رہے گی اوراسی دن شام تک درخواستیں جمع ہوں گی۔

۱۹رشوال المکرم ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۸راپریل ۲۰۲۵ء بروز جمعہ برائے حفص اردو، حساب (جمع، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم) کا تحریری امتحان صبح آٹھ بجے دارالامتحان (جدید لائبریری) میں ہوگا۔

اوران شاء اللہ ۲۳رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲راپریل ۲۰۲۵ء بروز سہ شنبہ صبح آٹھ بجے سے حفظ قرآن مع اردو کی پہلی و دوسری کتاب از مولوی محمد اسماعیل کا تقریری امتحان جدید لائبریری میں ہوگا، کتابت میں داخلہ کے لیے امتحان کی تاریخ کا اعلان وقت پر ہوگا۔

نوٹ: جدید امیدواروں کو سابقہ مدرسہ کے مہتمم اور صدر مدرس یا دونوں میں سے کسی ایک کا فون نمبر یا موبائل نمبر پیش کرنا لازمی ہوگا، تاکہ بوقت ضرورت ان سے رابطہ کیا جاسکے۔

(۴) دوم اور سوم عربی میں داخلہ کیلئے کچھ کتابوں کا امتحان تقریری اور کچھ کا تحریری ہوگا۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۵) دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ دینیات فارسی (سال پنجم) سے فارغ ہوکر آنے والے طلبہ کا اوّل عربی میں داخلے کیلئے امتحان نہیں ہوگا۔ البتہ فارسی پنجم کے سالانہ امتحان میں فارسی سے متعلق کسی کتاب میں اور فارسی کے علاوہ دیگر مضامین کی دو سے زائد کتابوں میں ناکام نہ ہونا لازم ہوگا ،اورکم ازکم ۶۵ اوسط حاصل کرنا بھی لازم ہوگا۔ دوسرے مدارس سے پڑھ کر آنے والے طلبہ کا تحریری وتقریری امتحان ہوگا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۶) **سال اول** میں داخلے کے لیے گلستاں علاوہ باب پنجم کا تحریری امتحان ہوگا اور مقررہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی سال اول مطلوب کے لیے حساب (جمع، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم) کا تحریری امتحان ہوگا۔

سال دوم میں داخلے کے لیے شرح مأتہ عامل کا تحریری امتحان ہوگا، اور مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی مندرجہ ذیل کتابوں کا تقریری امتحان ہوگا، میزان منشعب، پنج گنج، نحومیر، مفتاح العربیہ ہر دو حصے، القراءۃ الواضحہ حصۂ اول۔

سال سوم میں داخلے کے لیے ہدایۃ النحو کے تحریری امتحان میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا:

نفحۃ الادب مع نورالایضاح۔

اور علم الصیغہ، فصول اکبری (خاصیات ابواب)، قدوری تا کتاب الحج، مرقات، القراءۃ الواضحہ حصۂ دوم کا تقریری امتحان ہوگا۔

سال چھارم میں داخلے کے لیے قدوری از کتاب البیوع تا ختم مع ترجمۂ قرآن از سورۂ ق تا آخر قرآن میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، کافیہ، شرح تہذیب مع نفحۃ العرب۔

سال پنجم میں داخلے کے لیے ترجمۃ القرآن از سورۂ یوسف تا سورۂ ق مع دروس البلاغۃ میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان

ہوگا، شرح وقایہ جلد اوّل وجلد دوم (تاکتاب العتاق)، اصول الشاشی مع قطبی۔

سال ششم میں داخلے کے لیے ہدایہ اوّل میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، **مختصر المعانی مع نور الانوار، سلم العلوم مع مقامات حریری۔**

سال ھفتم میں داخلے کے لیے ھدایہ ثانی مع حسامی میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، **جلالین شریف، میبذی مع قصائد منتخبہ از دیوان متنبی۔**

نوٹ: درجہ ہفتم میں جدید داخلہ کی تکمیل کیلئے قرآن کریم صحیح مخارج سے پڑھنا لازم ہوگا۔ اور منتخب طلبہ کا امتحان لیا جائیگا۔ قرآنِ کریم صحیح مخارج سے سنانے کے بعد ہی فارم داخلہ دیا جائیگا۔

دورۂ حدیث میں داخلے کے لیے شرح عقائد مع شرح نخبة الفکر میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، **ھدایہ آخرین مع سراجی، مشکوٰۃ شریف۔**

واضح رہے کہ دورۂ حدیث کے داخلہ کی تکمیل کے لئے پارۂ عم صحیح مخارج کے ساتھ حفظ ہونا ضروری ہوگا۔ اس کا امتحان بروقت لیا جائیگا۔ پارۂ عم حفظ صحیح مخارج سے سنانے کے بعد ہی فارم داخلہ دیا جائیگا۔ (پارۂ عم کا یہ امتحان حصولِ سند کے لیے تجوید کے قائم مقام نہیں ہوگا۔)

(نوٹ) اول عربی تا برائے دورۂ حدیث شریف اور حفص عربی، قراءت سبعہ، قراءت عشرہ کا پہلا پرچہ موقوف علیہ ہوگا، اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی بقیہ کتابوں کا امتحان ہوگا۔

(نوٹ) مقرر کردہ معیار کم از کم ۵۵ نمبر حاصل کرنا ہے۔

(نوٹ) حسب تجویز مجلس شوریٰ ۱۴۴۴ھ درجہ عربی اول سے دورۂ حدیث تک مقامی بچوں (باشندگان دیوبند) کا داخلہ بھی تقابل کی بنیاد پر ہی ہوگا۔

(نوٹ) اپنی سابقہ تعلیم کی کوئی بھی سند اگر کسی کے پاس ہوتو داخلہ فارم کے ساتھ منسلک کردیں۔

(۷) جو طالب علم اپنے ساتھ، کم سن غیر داخل بچوں کو رکھے گا اس کا داخلہ ختم کردیا جائے گا۔

(۸) جن امیدواروں کی وضع قطع طالب علمانہ نہیں ہوگی، (مثلاً: غیرِ شرعی بال رکھنا، ریش تراشیدہ ہونا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ ولنگی ہونا، یا دارالعلوم کی روایات کے خلاف کوئی بھی وضع ہونا) ان کو شریکِ امتحان نہیں

کیا جائے گا اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی رعایت کی جائیگی۔

(۹) تمام جدید منتخب طلبہ کے لیے برتھ سرٹیفکیٹ کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل دستاویزات میں سے کم از کم دو دستاویز کی ڈبل فوٹو کاپی دفتر تعلیمات میں پیش کرنا ضروری ہے اس کے بغیر فارم داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

راشن کارڈ، شناختی کارڈ برائے ووٹ، نواس پرمان پتر، آدھار کارڈ، پاسپورٹ کی مصدقہ فوٹو کاپی، ان میں آدھار کارڈ لازم ہوگا۔

اصل کاپی دیکھنے کے لئے طلب کی جاسکتی ہے اس لئے اصل کاپی بھی ہمراہ لائیں اس میں مہلت نہیں دی جائے گی۔

(۱۰) ہر طالب علم کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنے سرپرست کا ضمانت نامہ ہمراہ لے کر آئے اور فارم داخلہ کے ساتھ منسلک کرے۔

تاریخ ولادت بہت سوچ سمجھ کر لکھیں۔ ملحوظ رکھیں کہ ۱۸ سال سے کم عمر پر فراغت تسلیم نہیں کی جاتی نیز اپنا نام اور اپنے والد صاحب کا نام بالکل صحیح صحیح اور پورا پتہ فارم داخلہ پر از خود بہت توجہ کے ساتھ لکھیں۔ فارم داخلہ کے ساتھ سرکاری آئی ڈی جمع کرنا لازمی ہے جس کے مطابق فارم پُر کیا گیا ہو۔ اس میں اگر آپ نے ذرا بھی لاپرواہی کی تو بعد میں آپ کو الجھنوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اور اس کا پھر کوئی حل ممکن نہ ہوگا۔

غیر ملکی امیدواروں کے لئے ہدایت

(۱) غیر ملکی امیدواروں کے لئے جمادی الثانیہ، رجب المرجب اور شعبان صرف تین مہینوں میں N.O.C جاری کی جائے گی۔

(۲) غیر ملکی امیدوار تعلیمی ویزا لے کر آئیں، کسی دوسرے ویزا پر داخلہ نہیں ہو سکے گا، اگر کوئی غیر ملکی طالب علم تعلیمی ویزا کے علاوہ کسی دوسرے ویزے پر داخل ہو گیا تو جب بھی ارباب انتظام کو اس بات کا علم ہوگا فوراً داخلہ ختم کر دیا جائے گا، فارم برائے شرکتِ امتحان کے ساتھ پاسپورٹ اور تعلیمی ویزا کی فوٹو اسٹیٹ کاپی پیش کریں، کامیاب ہونے پر اصل ویزا اور پاسپورٹ دکھلانا ضروری ہوگا۔ (واضح رہے کہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم و تدریس اردو زبان میں دی جاتی ہے اس لیے بقدر ضرورت اردو سیکھ کر آئیں)۔

(۳) جو ہندوستانی طلبہ غیر ملک میں قیام پذیر ہیں مثلاً امریکہ، لندن، سعودی عرب، قطر وغیرہ میں ان

میں سے جن کے پاس ہندوستانی پاسپورٹ یا O.C.I کارڈ موجود ہے تو چوں کہ ان کو ہر وقت سفر کی سہولت حاصل ہے، لہٰذا ان کو بھی دارالعلوم دیوبند میں جدید داخلہ لینے کے لیے دیگر طلبہ کی طرح آغاز سال میں حاضر ہو کر داخلہ کی کارروائی میں حصہ لینا ہوگا؛ البتہ ان کو یہ سہولت حاصل ہوگی کہ امتحان داخلہ میں کامیابی کی صورت میں ان کا مطلوبہ درجہ میں بلا تقابل داخلہ منظور کرلیا جائے گا۔

(۴) غیر ملکی امیدواروں کا داخلہ امتحان بھی تحریری ہوگا۔ اور تاریخ امتحان کا اعلان وقت پر کیا جائے گا۔

(۵) غیر ملکی امیدواروں کا داخلہ ۵؍ذی الحجہ تک ہی ہو سکے گا۔

(۶) بنگلہ دیشی جدید داخلہ کے امیدوار طلبہ تعلیمی ویزا کے علاوہ جناب مولانا قاری عبدالخالق صاحب جامعہ حسینیہ اسلامیہ عرض آباد، میرپور، ڈھاکہ یا حضرت مولانا بہاء الدین زکریا صاحب قاسمی جامعہ حسینیہ اسلامیہ عرض آباد میرپور، ڈھاکہ سے تصدیق بھی لے کر آئیں۔

(۷) افغانستان کے امیدواران تعلیمی ویزا کے علاوہ مولانا مفتی عبدالمنان قاسمی کابل، مولانا عبدالحکیم قاسمی ننجر ہار، مولانا مظہر الدین قاسمی بدخشان، مولانا مفتی عبدالہادی سعادت قاسمی بلخ، مولانا مفتی محب اللہ قاسمی ہرات، اور مولانا حکمت اللہ قاسمی قندھار میں سے کسی ایک کی تصدیق لے کر آئیں۔ یہ تصدیق درخواست برائے **N.O.C** کے ساتھ فوٹو اسٹیٹ کی شکل میں پیش کرنی ہوگی، داخلہ فارم کے اجراء پر اصل تصدیق پیش کرنا ضروری ہوگا۔

(۸) کیرالہ کے جدید داخلہ کے امیدوار طلبہ جناب مولانا عبدالشکور صاحب قاسمی (Darul Uloom,Njakanal,OchiraKerala-690526) سے تصدیق لے کر آئیں۔ یہ تصدیق درخواست برائے شرکت امتحان کے ساتھ فوٹو اسٹیٹ کی شکل میں پیش کرنی ہوگی، داخلہ فارم کے اجراء پر اصل تصدیق پیش کرنا ضروری ہوگا۔

تنبیہ: طلبہ کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امتحان کی کاپیاں کوڈ نمبر ڈال کر ممتحن کو دی جاتی ہیں اس لیے امیدوار صرف ان ہی درجات کا امتحان دیں جن کی وہ تیاری کر چکے ہیں۔

بوقتِ داخلہ جدید فارم میں جو نام ولدیت اور پتہ لکھا جائے گا اس میں آئندہ کبھی بھی کسی طرح کی ترمیم نہیں ہوگی۔ اِس لئے نام، ولدیت اور پتہ سوچ سمجھ کر بالکل صحیح صحیح لکھیں۔ فارم داخلہ میں درج کیا ہوا پتہ غلط ثابت ہونے کی صورت میں نام خارج کر دیا جائیگا۔

قدیم طلبہ کے لیے

(۱) اول تاچہارم عربی کے طلبہ کے لئے ۱۷رشوال تک حاضر ہونا ضروری ہے۔ باقی عربی درجات کے طلبہ کے لیے ۲۰رشوال تک حاضر ہونا ضروری ہے۔

(۲) جوطلبہ سالانہ امتحان میں تمام کتابوں میں کامیاب ہوں گے ان کو ہی ترقی دی جائے گی، **جوطلبہ دو کتابوں میں ناکام ہونگے ان کا ضمنی امتحان، شوال کے اخیر میں لیاجائیگا،** دونوں کتابوں میں بصورت کامیابی ترقی دی جائے گی ورنہ بلاامداد سال کااعادہ کردیاجائے گا، اعادۂ سال کی رعایت صرف ایک سال کے لیے ہوگی اوراگر دوسرے سال بھی دو کتابوں میں ناکام ہوگئے تو داخلہ نہیں ہوسکے گا۔

نوٹ: جوطالب علم ایک یادو کتابوں کے امتحان میں غیر حاضر رہے گا،اس کے نمبر ان کتابوں میں صفر شمار ہوں گے،ان کو ضمنی امتحان دینے کی سہولت حاصل نہیں ہوگی۔

(۳) سال اول عربی میں مشق ربع آخر پارۂ عم تدویراً اور تجوید مع تصحیح پارۂ عم کے اور سال دوم میں جمال القرآن کے نمبرات بسلسلۂ ترقیٔ درجہ، اوسط میں شمار ہوں گے، بقیہ سالوں میں خارج میں پڑھی جانے والی تجوید و کتابت کے نمبرات بسلسلۂ ترقی درجہ، اوسط میں شمار نہ ہوں گے؛ البتہ فوائد مکیہ کے نمبرات ترقی واجرائے امداد کے سلسلے میں شمار کیے جائیں گے۔

(۴) حسب تجویز مجلس تعلیمی اجرائے امداد کے لئے ۷۰ اوسط لانا شرط ہے اور بقائے امداد کے لیے ۶۰ اوسط لانا ضروری ہوگا۔

سال اول اور سال دوم عربی کیلئے ماہانہ امتحان میں اجرائے طعام کیلئے ۸۰ اوسط اور بقائے امداد کیلئے ۷۰ اوسط لانا ضروری ہوگا۔

(۵) ایک تکمیل کی درخواست دینے والے طلبہ دوسری تکمیل کے امیدوار نہ ہوسکیں گے الّا یہ کہ ان کے مطلوبہ درجۂ تکمیل میں تعداد پوری ہونے کے سبب ان کا داخلہ نہ ہوسکا ہو۔

(۶) دارالافتاء کے فضلا کا تخصص فی الحدیث کے علاوہ کسی شعبہ میں داخلہ نہیں ہوگا۔

(۷) تخصص فی الحدیث سے فراغت کے بعد کسی دوسرے شعبہ میں داخلہ نہ ہوگا۔ البتہ تکمیل افتاء اس سے مستثنیٰ ہے۔ تخصص فی الحدیث کے بعد تکمیل افتاء میں داخلہ ہوسکتا ہے اور تکمیل افتاء کے بعد تخصص فی الحدیث میں بھی داخلہ لیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں تکمیلات سے فارغ ہونے والے

طلبہ کا کسی دوسری تکمیل میں داخلہ نہیں ہو سکے گا، البتہ تدریب فی التدریس میں داخلہ انٹرویو میں کامیاب ہونے پر ہو سکتا ہے۔

(۸) جس طالب علم کی کوئی بھی شکایت دارالاقامہ، تعلیمات، یا اہتمام میں کسی بھی وقت درج ہوئی، یا سابقہ درجہ میں اس کی غیر حاضریاں بکثرت ہوں، اس کو دورۂ حدیث کے بعد کسی بھی شعبہ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

(۹) کسی بھی شعبہ میں داخلہ لینے والے قدیم فضلا کو اس شعبہ سے فراغت کے بعد ہی سندِ فضیلت دی جائے گی۔ تکمیل میں داخلہ لینے والے طالب علم پر لازمی ہوگا کہ وہ اس کی تکمیل کرے۔ اگر درمیان سال میں تعلیم ترک کردی تو سابقہ درجہ کی سند فضیلت سال کے اخیر تک نہیں مل سکے گی۔

نوٹ: — منقطع الدراسہ کا داخلہ کسی بھی تکمیل میں نہیں ہو سکے گا، البتہ چند شعبہ جات جیسے حفص اردو، حفص عربی، شعبۂ کتابت میں امتحانِ داخلہ دے کر حسب ضابطہ داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا بنیادی کام اگرچہ عربی دینیات کی تعلیم ہے؛ لیکن حضرات اکابر نے مختلف دینی اور دنیوی فوائد اور مصالح کے پیش نظر متعدد تکمیل، تخصص اور شعبے قائم فرمائے ہیں، ان میں داخلہ کیلئے درج ذیل قواعد پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

تکمیلات وتخصصات

تدریب فی التدریس

تدریب فی التدریس کیلئے دارالعلوم کے دورۂ حدیث اور تکمیلات وتخصصات کے اعلیٰ وامتیازی نمبرات سے فارغین متصل الدراسہ طلبہ ہی امیدوار بن سکتے ہیں درخواستیں بعد رمضان ۱۱ رشوال تک قبول کی جائیں گی ان لائق وفائق امیدواروں میں سے بذریعہ انٹرویو دو یا حسب ضرورت دو سے زائد امیدواروں کا انتخاب ہوگا یہ انتخاب دو سال کے لیے مرحلہ وار ہوگا، سال اول میں کارکردگی عمدہ ہونے اور کسی طرح کی شکایت موصول نہ ہونے پر ہی دوسرے سال کے لیے منتخب کیا جائے گا، منتخب طلبہ کا وظیفہ بھی ہوگا۔ (معین المدرسین کے لیے اول سے چہارم تک کے طلبہ کی تعلیمی نگرانی کے لیے بعد مغرب وعشاء مسجد رشید دارالعلوم دیوبند میں حاضر رہنا ضروری ہوگا)۔

یہ فضلاء خالص تدریس کیلئے تیار کئے جاتے ہیں اس لئے آئندہ کسی دوسرے درجہ میں داخلہ لینے کے مجاز نہیں ہونگے۔

تکمیل افتاء

(۱) تکمیل افتاء میں داخلہ کے امیدواروں کے لیے وضع قطع کی درستگی کی اہمیت سب سے زیادہ ہوگی، اس سلسلہ میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

(۲) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ دورۂ حدیث سے تکمیل افتاء کے لیے صرف وہ طلبہ امیدوار رہوں گے جن کا اوسط کامیابی ۸۴؍رہوگا۔

(۳) کسی تکمیل سے تکمیل افتاء کا امیدوار بننے کیلئے حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ ۸۶اوسط لانا ضروری ہوگا۔

(۴) مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۴۴۴ھ نے تکمیل افتاء کے داخلہ میں صوبائی کوٹہ ختم کردیا ہے، ۴۰طلبہ صرف تقابل کی بنیاد پر لیے جائیں گے۔

(۵) مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۴۴۵ھ کی تجویز ہے کہ جو مقامی دیوبند کے طلبہ لازمی نمبرات کے ساتھ غیر حاضری سے بھی اجتناب کریں، اور تعلیم کے ساتھ ان کا شوق ظاہر ہو ان کو بلا تقابل تکمیلات میں داخل کرلیا جائے گا۔

اور اس تعداد کو مکمل کرلینے کے بعد اساتذہ وملازمین کے بچے لازمی نمبرات کے معیار کے ساتھ بلا تقابل داخل کیے جاسکیں گے۔

ان سب طلبہ کی امداد جاری ہوسکے گی۔

نوٹ:– حسب تجویز مجلس شوریٰ دورۂ حدیث شریف میں اول، دوم، سوم پوزیشن لانے والے طلبہ اگر افتاء کے امیدوار بننے کے لیے لازمی نمبرات کی شرط پوری کررہے ہیں تو بغیر تقابل ان کو منتخب کیا جائیگا۔

تخصص فی الافتاء

(۱) حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۰، ۲۱؍شعبان ۱۴۳۳ھ تخصص فی الافتاء کے نصاب پر غور کیا گیا، جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ میں نیا نصاب منظور ہوا ہے، شوال ۱۴۳۶ھ سے اس نصاب پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

(۲) تکمیل افتاء میں ممتاز نمبرات سے کامیاب ہونے والے دس طلبہ ہی تخصص فی الافتاء کیلئے

امیدوار بن سکتے ہیں، اوران میں سے دو کا انتخاب ہوتا ہے؛ لیکن دارالافتاء میں جمع شدہ استفتاءات کی بناء پر مجلس تعلیمی منعقدہ ۵؍رجب ۱۴۴۵ھ نے اس تعداد میں مزید دو کا اضافہ منظور کرلیا (یعنی کل ۴ طلبہ) اور یہ بھی طے کیا کہ بوقت انتخاب شعبۂ مطالعۂ شامی کے طلبہ کو ترجیح دی جائیگی۔

(۳) تخصص فی الافتاء میں داخلہ کے لیے سالانہ اوسط کے ساتھ، تکمیل افتاء کے سال لکھی ہوئی تمرین کی کاپی کی بھی بذریعہ اہتمام جانچ ہوگی، امیدوار کو ۱۱؍شوال تک حاضر ہوکر داخلہ کی درخواست کے ساتھ تمرین کی کاپیاں اہتمام میں پیش کرنا ضروری ہوگا۔

(۴) تخصص فی الافتاء سالِ اول کے طلبہ کے لیے ۱۰؍رجب تک تمرین کی کاپیاں اہتمام میں پیش کرنا ضروری ہوگا، اسی پر تخصص سالِ دوم کی توسیع موقوف ہوگی۔

(۵) تخصص فی الافتاء (سالِ اول وسالِ دوم) کے طلبہ کا تمرین کا پرچہ الگ سے نہیں ہوگا؛ بلکہ سال بھر کی لکھی ہوئی تمرینِ فتاویٰ کی کاپی ہی پر نمبرات دیے جائیں گے، ان کاپیوں کی جانچ بذریعہ اہتمام ہوگی، ۱۵؍رجب تک تمرین کی کاپیاں اہتمام میں پیش کرنا لازم ہوگا۔

(۶) تخصص فی الافتاء سالِ دوم کے طلبہ کے لیے کم ازکم ۵۰ صفحات پر مشتمل تفصیلی فتویٰ یا کسی فقہی موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ۱۵؍رجب تک اہتمام میں پیش کرنا ضروری ہے، اس کی جانچ بذریعہ اہتمام ہوگی اور اس پر نمبرات بھی دیے جائیں گے۔

(۷) نئے نصاب کے مطابق تخصص سالِ اول اور سالِ دوم کے پرچے الگ الگ ہوں گے۔

نوٹ:- تخصص فی الافتاء کے بعد کسی درجے میں داخلہ نہیں ہوگا، البتہ تدریب فی التدریس مستثنیٰ ہے۔

مطالعۂ شامی

حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۲؍شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ تکمیل افتاء سے فارغ معیاری نمبرات سے کامیاب ہونے والے خواہش مند ۲ طلبہ کا حسب سابق بذریعہ انٹرویو شعبۂ مطالعۂ شامی میں داخلہ لیا جائے گا، اوراس کا نصاب دوسالہ ہوگا اوران طلبہ کو چار ہزار روپیے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔

تکمیل ادب

(۱) حسب تجویز مجلس شوریٰ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ تکمیل ادب میں ۶۰ طلبہ کا داخلہ ممکن ہوگا۔

(۲) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ تکمیل ادب میں صرف وہ فضلاء

داخلہ کے امیدوار بن سکیں گے جن کا دورۂ حدیث کے سالانہ امتحان میں اوسط کامیابی ۸۲ ؍ہو اور وہ کسی کتاب میں ناکام نہ ہوں۔

(۳) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ ایک تکمیل کے بعد دوسری تکمیل (علاوہ افتاء) کیلئے ضروری ہوگا کہ امیدوار نے سابقہ تکمیل میں کم از کم ۸۴؍ اوسط حاصل کیا ہو اور وہ کسی کتاب میں ناکام نہ ہو۔

تخصص فی الادب

تکمیل ادب میں ممتاز نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ ہی تخصص فی الادب کیلئے امیدوار بن سکتے ہیں ان امیدوارں میں سے صرف پانچ طلبہ اپنے اعلیٰ نمبرات کی بنا پر منتخب ہونگے۔

نوٹ-: اس تخصص کے بعد صرف تدریب فی التدریس، تخصص فی الحدیث اور تکمیل افتاء میں داخلہ ہوسکتا ہے۔

تکمیل تفسیر و تکمیل علوم

(۱) **حسب تجویز مجلس تعلیمی تکمیل تفسیر اور تکمیل علوم، میں صرف پچپن پچپن طلبہ کا داخلہ ممکن ہوگا۔**

(۴) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ تکمیل تفسیر اور تکمیل علوم میں دورہ حدیث سے آنے والے طلبہ کا سالانہ اوسط **۸۲** ہونا لازم ہے۔ دیگر تکمیل سے تفسیر و علوم میں آنے والے طلبہ کا اوسط **۸۴** ہونا لازم ہے۔

تمام تکمیلات میں مقررہ تعداد بذریعہ تقابل پوری کی جائیگی۔

تخصص فی الحدیث

(۱) تخصص فی الحدیث کے شعبہ میں بھی دیگر تکمیلات کی طرح فضلائے دارالعلوم دیوبند ہی کا داخلہ ہوسکے گا۔

(۲) ہر سال تخصص کے سال اول میں دس طلبہ کا داخلہ ہوگا اور ان ہی طلبہ کو داخلہ کا استحقاق

ہوگا جو دورۂ حدیث میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے ہوں نیز جو طلبہ تکمیل ادب میں بھی ممتاز نمبرات لاچکے ہوں ان کو ترجیح دی جائے گی۔ سال اول میں ان کی کارکردگی اطمینان بخش ہونے کی صورت میں سال دوم میں ترقی دی جائیگی۔

تکمیلات میں داخلہ کے امیدوار طلبہ دفتر تعلیمات سے =/10 روپیہ میں مطبوعہ درخواست فارم لے کر مقررہ وقت میں پُر کر کے جمع کریں۔ کسی دوسرے کاغذ پر یا مقررہ وقت کے بعد درخواست نہیں لی جائیگی۔

☆افتاء میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۱ رشوال ہے۔

☆تخصص فی الادب اور تکمیل ادب میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۳ رشوال ہے۔

☆تخصص فی الحدیث میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۴ رشوال ہے۔

☆تکمیل تفسیر وعلوم میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۵ رشوال ہے۔

نوٹ--: کسی بھی تخصص یا تکمیل میں داخلہ کیلئے مقررہ اوسط حاصل کرنا ضروری ہے اسکے بغیر کسی امیدوار کو کوئی رعایت نہیں دیجائیگی۔

شعبہ جات

شعبۂ انگریزی زبان وادب

(۱) اس شعبہ میں داخلہ کیلئے دورۂ حدیث سے فارغ امیدواروں کا اوسط کامیابی حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸ رجمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ ۷۸ اور تکمیلات وشعبہ جات سے آنے والوں کیلئے اوسط کامیابی ۸۰ ضروری ہوگا۔

(۲) اُمیدوار فضلائے دارالعلوم کا بذریعہ امتحان تقریری وتحریری (حدیث، تفسیر، فقہ، عربی زبان وغیرہ میں) دوسال کیلئے انتخاب عمل میں آئیگا۔ جن کی تعداد ۲۰ ہوگی۔

(۳) داخل طلبہ کے لئے مدرسہ کے تعلیمی اوقات کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حاضر رہ کر اپنے کام میں مشغول رہنا ضروری ہوگا۔

نوٹ:- شعبۂ انگریزی میں حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۶، ۱۷ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ ہر سال داخلہ ہوگا۔

شعبۂ کمپیوٹر (ٹریننگ سینٹر)

حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ شعبۂ کمپیوٹر میں داخلہ کیلئے دورۂ حدیث سے ۷۸ اوسط اور تکمیلات سے ۸۰ اوسط لانے والے طلبہ ہی امیدوار بن سکیں گے۔

(۱) اس شعبہ میں ہر سال ۲۰؍طلبہ کا داخلہ عمل میں آتا ہے، جس میں حسب سہولت اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۲) داخلہ کے لیے تحریری انٹرویو میں کامیابی ضروری ہے۔ امیدواروں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں اعلیٰ نمبرات اور اختبار شفاہی میں کامیابی پر انتخاب کا انحصار ہوگا۔ انگریزی، ہندی اور حساب کے مبادیات کا علم لازمی ہے۔

(۳) تعلیمی اوقات کے علاوہ حسب ہدایت خارج اوقات میں بھی حاضر رہ کر اپنے کام میں مشغول رہنا ہوگا۔

شعبۂ تحفظ سنت

(۱) اس شعبہ میں ۲۰ فضلائے دارالعلوم کا داخلہ ہوسکے گا حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لئے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) اوائل ذی قعدہ میں داخلہ ہوگا اور امیدواروں کی تقریری وتحریری صلاحیتوں کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حسب ہدایت درسگاہ میں حاضر رہ کر مطالعہ وغیرہ میں مصروف رہنا ضروری ہوگا۔

شعبۂ تحفظ ختم نبوت

(۱) اس شعبہ میں حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۵–۱۶ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۵–۶ نومبر ۲۰۱۷ء حسب شرائط دس فضلائے دارالعلوم کا داخلہ ہوسکے گا حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لیے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) اوائل ذی قعدہ میں داخلہ ہوگا اور امیدواروں کی تقریری وتحریری صلاحیتوں کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حسب ہدایت درسگاہ میں حاضرہ کر مطالعہ وغیرہ میں مصروف رہنا ضروری ہوگا۔

شعبۂ تحقیق وصحافت شیخ الہند اکیڈمی

(۱) اس شعبہ میں داخل طلبہ کی تعداد ۱۰ ہوگی اور ان سب کا دورۂ حدیث سے فارغ ہونا ضروری ہوگا۔حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لئے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) داخلہ کے لیے تحریری وتقریری امتحان ہوگا،تحریری صلاحیت کی بنیاد پر نمبرات دیے جائیں گے اور نمبرات ہی کی روشنی میں داخلہ کا استحقاق ہوگا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے مدرسہ کے پورے اوقات کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حاضرہ کر اپنے کام میں مشغول رہنا ضروری ہوگا۔

(۴) سالانہ امتحان میں اول، دوم پوزیشن حاصل کرنے والے فقط دوطلبہ کو سال دوم میں داخلہ دیا جائے گا۔

(۵) اس شعبہ میں داخلے کے امیدوار طلبہ دفتر تعلیمات سے مطبوعہ درخواست حاصل کر کے پُر کریں اور حسب اعلان متعینہ تاریخ تک درخواست جمع کر دیں،تاریخ وغیرہ سے متعلق اعلان ماہ شوال میں آویزاں کیا جائے گا۔

شعبۂ مطالعۂ عیسائیت و دیگر مذاہب

(۱) اس شعبہ میں دس فضلائے دارالعلوم کا داخلہ ہو سکے گا حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لیے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) داخلے سے پہلے عیسائیت اور دیگر مذاہب سے متعلق اسلامی معلومات کا تحریری وتقریری جائزہ لیا جائے گا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حسب ہدایت درسگاہ میں حاضرہ کر مطالعہ وغیرہ میں مصروف رہنا ضروری ہوگا۔

شعبۂ تجوید، حفص اردو، عربی

(۱) حفص اردو کا نصاب دو سالہ ہے، سال اول میں جدید داخلے ہوں گے، اس شعبہ میں وہ طلبہ داخل ہوسکیں گے جو حافظ ہوں، قرآن کریم ان کو یاد ہو اور وہ اردو کی اچھی استعداد بھی رکھتے ہوں اور ان کی عمر ۱۵ سال سے ۲۰ سال کے درمیان ہو اس سے زائد نہ ہو؛ سال دوم صرف قدیم طلبہ کے لیے ہے۔

(۲) وہ طلبہ جو حفظ قرآن کر چکے ہوں اور اردو اچھی طرح پڑھنا جانتے ہوں ان کے لئے حفظ قرآن، نیز اردو کی پہلی، دوسری کتاب از مولوی محمد اسماعیل صاحب میرٹھی، کی عبارت خوانی کا امتحان دینا لازم ہوگا۔

(۳) حفص اردو میں داخلہ کے امیدواروں کا حساب (جوڑ، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم) کا امتحان تحریری ہوگا۔ مقررہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر بقیہ تقریری امتحان ہوگا۔

(۴) حفص اردو قدیم وجدید میں اجرائے امداد کے لیے ۷۰/اوسط، اور بقائے امداد کے لیے ۶۰/اوسط لانا لازمی ہوگا۔

(۵) درجہ حفص عربی میں ان طلبہ کو داخل کیا جائیگا، جنھیں قرآن کریم حفظ یاد ہو اور وہ عربی میں سالِ سوم تک کی تعلیم حاصل کر چکے ہوں۔ (اور اس کا نصاب یک سالہ ہے)

(۶) حسب تجویز مجلس تعلیمی حفص عربی میں اجرائے امداد کے لیے ۷۰ اوسط لانا اور بقائے امداد کے لیے ۶۰ اوسط لانا شرط ہوگا۔

(۷) ان طلبہ کی پورے اوقاتِ مدرسہ میں حاضری ضروری ہوگی۔

نوٹ: حفص عربی میں داخلہ کے لیے عربی سوم کی کتاب ترجمہ قرآن سورۂ ق تا آخر مع قدوری کا تحریری امتحان ہوگا، اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی باقی امتحان ہوگا، یہ امتحان ۸/شوال مطابق ۷/اپریل ۲۰۲۵ء میں چہارم عربی مطلوب کے طلبہ کے ساتھ ساتھ ہوگا۔

شعبۂ قراءات سبعہ وعشرہ

(۱) ان دونوں درجوں میں بھی داخلے کے لیے حافظ قرآن ہونا ضروری ہے اور یہ کہ وہ عربی کی سال چہارم تک کی جید استعداد رکھتے ہوں۔

(۲) ان دونوں درجوں میں داخل طلبہ کے لیے حفص عربی سے فارغ ہونا ضروری ہے، اور اس کے لیے کوئی سند یا تصدیق پیش کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) قراءت سبعہ میں ۳۰ طلبہ کا داخلہ ہوسکے گا، اوراس کا نصاب تعلیم یک سالہ ہے۔

(۴) درجہ قراءات عشرہ میں داخلے کے لئے قرأت سبعہ کا پڑھا ہوا ہونا ضروری ہوگا اور سال چہارم تک کی جید استعداد ہونا ضروری ہوگا۔ ان کی تعداد دس سے زائد نہ ہوگی اور ان دس کی مع وظیفہ خصوصی امداد جاری ہو سکے گی۔

نوٹ: درجہ قراءاتِ عشرہ کا نصاب حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۶/شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ سر دست ایک سال کا ہی باقی رکھا گیا ہے۔

(۴) حسب تجویز مجلس تعلیمی مذکورہ بالا قرأۃ سبعہ، عشرہ میں اجرائے امداد کے لیے ۷۰ اوسط لانا اور بقائے امداد کے لیے ۶۰ اوسط لانا شرط ہوگا۔

نوٹ: شعبہ جات میں سے کسی بھی شعبے سے فارغ طالب علم کا داخلہ دارالعلوم دیوبند کے کسی شعبے یا تکمیل میں نہیں ہوسکے گا۔

نوٹ: سبعہ وعشرہ میں داخلہ کے لیے چہارم عربی کی کتاب ترجمۂ قرآن کریم (سورۂ یوسف تا سورۂ ق) کا تحریری امتحان ہوگا، اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی باقی امتحان ہوگا، یہ امتحان ۹/شوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۸/اپریل ۲۰۲۴ء سہ شنبہ میں پنجم عربی مطلوب کے طلبہ کے ساتھ ساتھ ہوگا۔

درجۂ حفظ

شعبۂ حفظ میں داخلہ صرف مقامی نابالغ بچوں کا یا پھر ان بچوں کا ہوگا جن کے سرپرست دیوبند میں سالہا سال سے مقیم ہوں، (ان کی عمر ۱۱ سال سے زائد نہ ہو، اس رعایت کے ساتھ کہ ۱۲ سال سے کم عمر تک بچوں کا بھی داخلہ لیا جائے گا) اور داخلہ بشرط گنجائش ماہ محرم کے آخر تک لیا جائے گا۔ مقررہ تعداد سے زائد کسی بچے کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ اور درمیان سال میں صرف دارالعلوم کے شعبۂ ناظرہ سے فارغ شدہ بچوں کو بعد جائزہ درجۂ حفظ میں منتقل کیا جاسکے گا۔ درجہ حفظ کے طلبہ کو درسگاہ یا دارالاقامہ میں قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔

درجۂ ناظرہ

صرف مقامی نابالغ بچوں کا داخلہ ہوگا۔ یا پھر ان بچوں کا داخلہ ہوسکے گا جن کے سرپرست دیوبند میں سالہا سال سے مقیم ہوں، (ان کی عمر ۱۰ سال سے زائد نہ ہو، اس رعایت کے ساتھ کہ

۱۱ سال سے کم عمر تک بچوں کا بھی داخلہ لیا جائے گا) ان کو درسگاہ یا دارالاقامہ میں قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور داخلہ بشرط گنجائش پورے سال جاری رہتا ہے۔

درجۂ دینیات، اردو، فارسی

(۱) شعبۂ دینیات اردو، فارسی میں صرف دارالعلوم کے اساتذہ وملازمین کے بچوں اور مقامی بچوں کا داخلہ لیا جائے گا۔

(۲) دینیات کے درجۂ اطفال میں بھی صرف مقامی بچوں کا داخلہ ہوگا، اور داخلہ بشرط گنجائش ہر وقت ممکن ہوگا۔ (درجۂ اطفال میں ضروری ہوگا کہ طالب علم کی عمر ۹ سال سے زائد نہ ہو، اس رعایت کے ساتھ کہ ۱۰ سال سے کم عمر تک بچوں کا بھی داخلہ لیا جائے گا)۔

(۳) دینیات کے بقیہ درجات میں داخلہ ذی الحجہ کی تعطیل تک کیا جائے گا، اس کے بعد داخلہ نہیں کیا جائے گا۔

شعبۂ خوش نویسی

(۱) اس درجہ میں داخل طلبہ کی تعداد ۳۰ تک ہوگی اور ان کی صرف امداد طعام جاری ہو سکے گی نہ کہ وظیفہ۔

(۲) داخلہ کے امیدواروں میں فضلائے دارالعلوم دیوبند کو ترجیح دی جائے گی۔

(۳) شعبہ میں داخلہ کے امیدواروں کو امتحان دینا ضروری ہوگا اور صرف اس فن کی ضروری صلاحیت رکھنے والوں کو داخل کیا جائے گا۔ (اور اس شعبہ کا نصاب یک سالہ ہے)۔

(۴) قدیم طلبہ اگر فن کی تکمیل نہیں کر سکے ہیں تو ناظم شعبہ کی تصدیق اور سفارش پر ان کا مزید ایک سال کے لیے غیر امدادی داخلہ کیا جائیگا، بشرطیکہ کوئی شکایت نہ ہو۔

(۵) جو طلبہ مکمل امدادی یا غیر امدادی داخلہ لیں گے ان کو اوقات مدرسہ میں پورے چھ گھنٹے درس گاہ میں بیٹھ کر مشق کرنا ضروری ہوگا۔

(۶) جو طلبہ عربی تعلیم کے ساتھ کتابت کی مشق کر چکے ہوں اور ناظم شعبہ ان کی صلاحیت کی تصدیق کریں تو دورۂ حدیث کے بعد داخلہ اور امداد میں انکو ترجیح دی جائیگی۔

(۷) تمام طلبہ کے لیے طالب علمانہ وضع اختیار کرنا ضروری ہوگا، ریش تراشیدہ کا داخلہ ہرگز

باقی نہیں رہے گا۔

(۸) پہلے نصف سال میں مقررہ تمرینات کی تکمیل نہ کی گئی تو داخلہ ختم کردیا جائیگا۔

(۹) اس شعبہ میں دوسرے مدارس سے پڑھ کرآنے والے طلبہ کا داخلہ بھی ممکن ہوگا۔ اس کے لیے ان کو انٹرویو دینا ہوگا اور جس مدرسہ سے پڑھ کرآئے ہیں وہاں کی کسی معتبر شخصیت کا تحریر کردہ اخلاقی سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری ہوگا۔

نوٹ: امتحان داخلہ کا اعلان وقت پر ہوگا۔

شعبۂ دارالصنائع

(۱) اس شعبہ میں دس سے زائد کا داخلہ نہ ہو سکے گا۔ اور ان سب کی صرف امداد طعام جاری ہوسکے گی۔ (اور اس شعبہ کا کورس یک سالہ ہوگا)۔

(۲) طالب علمانہ وضع قطع کے بغیر داخلہ نہیں لیا جائے گا۔

(۳) معلم دارالصنائع جن کی صلاحیت کی تصدیق کریں گے ان کو داخل کیا جائیگا۔

(۴) اوقات مدرسہ میں پورے وقت حاضر رہ کر کام کرنا ضروری ہوگا۔

(۵) پہلے تین ماہ میں کام کی تکمیل نہ کی گئی تو داخلہ ختم کردیا جائے گا۔

الصف العربی:

جو طلبہ خارج میں عربی سیکھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے دارالعلوم دیوبند کے دو اساتذہ کو منتخب کردیا جاتا ہے، جو دوپہر و بعد عشاء پابندی کے ساتھ طلبۂ عزیز کو عربی کی مشق کراتے ہیں، شائقین طلبہ دفتر تعلیمات میں درخواست دے کر اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ الصّف العربی کے نمبرات اجرائے امداد کے سلسلے میں شمار کیے جائیں گے۔

مجلس شوریٰ و مجلس تعلیمی کے وضع کردہ چند قواعد وضوابط

(۱) نامناسب وضع قطع اور بالخصوص ڈاڑھی کا مونڈوانا یا تراشنا عربی مدارس میں قرآن و حدیث پڑھنے والے طالب علم کے لیے ہرگز زیب نہیں دیتا مذکورہ بالا حرام عمل عالم دین کی ثقاہت کو مجروح اور اس کی حیثیت عرفی کو داغدار بنا دیتا ہے دارالعلوم دیوبند ہمیشہ سے اس معاملہ میں زیادہ حساس رہا ہے۔

اس لئے کسی جدید یا قدیم طالب علم کا اگر وہ ریش تراشیدہ ہے نہ داخلہ ہوگا اور نہ داخلہ

برقرار رہے گا۔ اس لئے طلبہ عزیز خود بھی اس ہدایت پر عمل پیرا ہوں، نیز جدید داخلے کے لیے آنے والے اپنے احباب کو بھی اس سے باخبر کردیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہراً و باطناً اتباع کرنے والا بنائے۔ آمین

(۲) مسلسل پندرہ یوم بشمولیت جمعہ اگر کوئی طالب علم اسباق میں غیر حاضر رہے گا تو اس کا اخراج کردیا جائے گا، نیز دورۂ حدیث شریف کے کسی طالب علم کے متعلق بھی اگر محقق و معتبر ذریعہ سے مسلسل پندرہ یوم اسباق میں غیر حاضر ہونے کا علم ہوجائے گا تو اسکا بھی اخراج ہوجائے گا۔

(۳) (حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۵/۲۶/۲۷ صفر ۱۴۴۳ھ طلبۂ دورۂ حدیث کی درسگاہ کی ایک گھنٹہ کی غیر حاضری پورے ایک دن کے برابر ہے اور ایک دن کی غیر حاضری پر اس طرح پورے ۵ یوم کا طعام بند ہوگا۔)

اگر کوئی طالب علم درسگاہ کی حاضری میں ۷ مرتبہ حاضری کے وقت غیر حاضر رہے گا تو اس کی پورے سال کی مکمل امداد بند کردی جائے گی۔

اور دفتری حاضری میں:

(الف) دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کی دفتری حاضری میں ایک غیر حاضری پر پندرہ یوم کا کھانا مع وظیفہ بند ہوگا۔

(ب) اور مسلسل دو غیر حاضریوں پر ایک مہینہ کا کھانا مع وظیفہ بند ہوگا۔

(ج) اور مسلسل تین غیر حاضریوں پر اخراج ہوجائے گا۔

(۴) حسب تجویز مجلس تعلیمی جو طلبہ بغیر چھٹی لئے اور بغیر کھانا بند کرائے دارالعلوم سے باہر کسی جگہ، یا گھر چلے جائیں ان کا کھانا تا اطلاع ثانی بند کردیا جائے گا۔

(۵) حسب تجویز مجلس تعلیمی جو طالب علم کسی دوسرے طالب علم کی حاضری بولتے ہوئے پکڑا جائے یا معتبر ذرائع سے اس کا یہ جرم ثابت ہوجائے تو اس کی پورے سال کے لیے امداد بند کردی جائے گی، (اور امداد نہ ہونے کی صورت میں حسب تجویز مجلس تعلیمی کارروائی ہوگی) اگر دوسری بار بھی پکڑا جائے تو اس کا اخراج کردیا جائے گا، اور آئندہ سال اس کا اسی موجودہ درجہ میں اعادہ کردیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی طالب علم درسگاہ میں حاضری بول کر سبق ختم ہونے سے پہلے درسگاہ سے نکل جائے اور پکڑا جائے یا معتبر ذرائع سے اس کے اس جرم کی نشاندہی ہوجائے تو اس کی بھی امداد پورے سال کے لیے بند کردی جائے گی، (اور امداد نہ ہونے کی صورت میں حسب تجویز مجلس تعلیمی

کارروائی ہوگی) اور اگر دوبارہ بھی پکڑا جائے تو اس کا اخراج کردیا جائے گا، اور آئندہ سال اس کا اسی موجودہ درجہ میں اعادہ کردیا جائے گا۔

(۶) حسب تجویز مجلس تعلیمی تعلیم کے ساتھ ساتھ کسی بھی قسم کی تجارت نیز کسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت، یا غیر تعلیمی کسی اور مشغلہ کی اجازت نہیں ہوگی، اگر کوئی طالب علم اس عمل میں مبتلا پایا جائے یا معتبر ذرائع سے اس کے اس عمل کی نشاندہی ہوجائے یا غیر درسی سرگرمیوں میں مبتلا پایا جائے تو وہ مستحق اخراج ہوگا، (آپ نے فقط حصول علم کے لیے داخلہ لیا ہے اسی میں ہمہ تن مشغول رہیں،)

(۷) حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۷/۱۸/ شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ

درجۂ حفظ، عربی اول و دوم، اور تکمیل افتاء میں اسباق میں مجموعی طور پر ۹۰ گھنٹوں کی غیر حاضری پر، اور بقیہ تمام درجات میں مجموعی طور پر ۱۵۰ گھنٹوں کی غیر حاضری پر نام خارج کردیا جائے گا۔

(۸) حسب تجویز مجلس تعلیمی جن طلبہ کی سالانہ امتحان تک سو گھنٹوں کی غیر حاضری ہوجائے ان کے مجموعی نمبرات میں سے دس نمبر کم کردئے جائیں گے۔

اور دورۂ حدیث شریف میں دس غیر حاضریوں پر پانچ نمبرات سوخت ہوں گے، پھر ہر ایک غیر حاضری پر ایک ایک نمبر سوخت ہوگا۔

(۹) جن طلبہ کی پورے سال اسباق میں کوئی غیر حاضری نہ ہو ان کو بشکل نقد رقم خصوصی انعام سے نوازا جاتا ہے، اسی طرح جن طلبہ کی پورے سال اسباق میں صرف ایک گھنٹہ کی غیر حاضری ہو ان کو بھی بشکل نقد رقم انعام سے نوازا جاتا ہے، نیز جلسۂ انعامیہ میں تمام طلبۂ دارالعلوم کو حسب تفاوت نمبرات عمومی انعام بشکل کتب دیا جاتا ہے، اور ہر جماعت میں اول، دوم، سوم، پوزیشن حاصل کرنے والوں کو گرانقدر انعامات سے نوازا جاتا ہے، طلبۂ عزیز محنت سے اسباق میں حاضر رہا کریں، اور اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۰) دوران تعلیم سبق چھوڑ کر اگر کوئی طالب علم کمرہ میں مل گیا تو حسب تجویز مجلس تعلیمی اس کا ایک ماہ کا طعام بند کردیا جائے گا۔ اور اس سلسلہ میں ان شاء اللہ ذمہ داران نگرانی فرمائیں گے۔

(۱۱) حسب تجویز مجلس شوریٰ عیدالاضحیٰ کی دس یوم کی تعطیل ہوتی ہے، اس کے بعد سالانہ امتحان کے ختم تک کوئی تعطیل نہیں ہوتی۔

★★★

ضوابط متعلقہ دارالإقامہ

دارالعلوم دیوبند ایک معیاری تعلیم گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ مثالی تربیت گاہ بھی ہے یہاں طلبہ کی نگرانی اور اصلاح وتربیت کے لئے ایک وسیع اور فعال شعبہ ''دارالاقامہ'' کے نام سے سرگرم عمل ہے۔ جس کا انتظام بہت سے قواعد وضوابط پر مبنی ہے، انہیں میں سے کچھ اہم اور منتخب ضوابط جن کا تعلق براہ راست طلبہ سے ہے ذیل میں شائع کیے جارہے ہیں طلبہ عزیزان کو بغور ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) دارالعلوم دیوبند میں قیام کا مقصد حصول علم کے ساتھ اصلاحِ اخلاق بھی ہے اس لئے یہاں رہنے والے طلبہ کو اپنی وضع قطع علماء وصلحاء کے موافق رکھنی ہوگی۔

(۲) دارالعلوم دیوبند کی جملہ املاک کی حفاظت ضروری ہے انکو کسی بھی قسم کا نقصان پہونچانا سخت جرم شمار ہوگا۔

(۳) ذمہ داران واساتذہ کرام اور کارکنانِ مدرسہ نیز علم وعلماء کا احترام ضروری ہوگا۔

(۴) طالب علم کو نظام دارالعلوم کی پابندی کرنی ہوگی اور اندرون دارالعلوم اور باہر ہر طرح کے فتنہ وفساد سے اجتناب لازم ہوگا۔

(۵) فرائض وواجبات وسنن بالخصوص نماز باجماعت کا پورا اہتمام کرنا لازم ہوگا، نماز باجماعت کا اہتمام نہ کرنے کی صورت میں حسب ضابطہ کارروائی ہوگی۔

(۶) ناظم دارالاقامہ کی تحریری اجازت کے بغیر دارالعلوم سے باہر قیام ممنوع ہوگا۔

(۷) طلبہ کو دیوبند سے باہر جانے کیلئے متعلقہ ناظمِ حلقہ کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔

(۸) کسی بھی غیر داخل شخص کو اپنے پاس قیام وطعام کی سہولت فراہم کرنا قطعاً ممنوع ہوگا۔

(۹) مہمان کی آمد پر ناظم حلقہ کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔ محرم یا غیر محرم کسی بھی عورت کو کمرہ میں لانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۱۰) قیام کے لئے جو بھی جگہ منجانب دارالاقامہ متعین کی جائے گی اسی جگہ رہنا لازم ہوگا۔

(۱۱) بلا اجازت اپنے حجرے کے علاوہ کسی دوسری جگہ قیام قابل مواخذہ جرم ہوگا۔

(۱۲) اپنے ہمراہ کم سن بچوں کا رکھنا موجب اخراج جرم ہوگا۔

(۱۳) بدون اجازت پندرہ دن یا اس سے زائد غیر حاضری کی صورت میں سیٹ سوخت کردی جائیگی۔

(۱۴) تین اور چار سیٹ والے کمروں کے لیے کم از کم ۸۵/اوسط لانا شرط ہوگا۔ اور بقاء کے لئے ۷۵ اوسط شرط ہوگا۔

(۱۵) دو اور ایک سیٹ والے کمروں کے لیے کم از کم ۹۰/اوسط لانا شرط ہوگا۔ اور بقاء کے لئے ۸۰ اوسط شرط ہوگا۔

(۱۶) درجات عربیہ میں اوسط والے کمروں میں نشست کے حصول کے لئے مشق قراءت وفوائد مکیہ کے نمبرات کا اعتبار نہیں ہوگا، حفص اردو کے طلبہ چھوٹے کمروں کے مستحق نہیں ہونگے۔

(۱۷) رجب المرجب سے شوال المکرم تک سیٹوں کا تعین وتبادلہ نہ ہوسکے گا۔

(۱۸) دیوبند کے مقامی طلبہ کو سیٹ نہیں دی جائے گی۔

(۱۹) فلم، ٹیلی ویژن دیکھنا، اسی طرح انٹرنیٹ پر اخلاق سوز سائٹ دیکھنا لائق اخراج جرم ہے۔

(۲۰) کیمرے والا موبائل رکھنا جرم ہے، پکڑے جانے پر طالب علم حسب ضابطہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

(۲۱) ضروری بات چیت کیلئے سادہ موبائل رکھ سکتے ہیں البتہ تعلیمی اوقات بشمول بعد نماز مغرب موبائل پر گفتگو سے اجتناب ضروری ہوگا۔

(۲۲) ۲۵/سال یا اس سے کم عمر کا طالب علم ہی کنسیشن فارم سے استفادہ کرسکتا ہے۔

نصاب تعلیم
دارالعلوم دیوبند

اول عربی: (۱) میزان منشعب مکمل، پنج گنج تا فصل چہارم مکمل (۲) نحومیر مع شرح مأتہ عامل مکمل، (۳) القراءۃ الواضحہ اول مکمل (۴) مفتاح العربیہ جزء اول مکمل، جزء ثانی الدرس الرابع والعشرون (۵) سیرت خاتم الانبیاء مکمل (۶) اصول التجوید مع پارۂ عم حفظ تصحیح مخارج کے ساتھ مشق ربع آخر۔

دوم عربی: (۱) ہدایۃ النحو مکمل (۲) علم الصیغہ تا افادات نافعہ ص ۷۴ بعدہ فصول اکبری خاصیات مکمل۔ (۳) نورالایضاح مکمل بعدہ قدوری از ابتداء تا کتاب الحج مکمل (۴) القراءۃ الواضحہ دوم ونفحۃ الادب

مکمل (۵) آسان منطق مکمل بعدہ مرقات تا فصل فی الاغالیط (۶) جمال القرآن مع مشق پارۂ عم شروع کے تین ربع۔

سوم عربی :(۱) کافیہ: مکمل (۲) قدوری تا کتاب الفرائض (۳) ترجمۂ قرآن کریم از سورۂ ق تا سورۂ ناس مکمل (۴) شرح تہذیب ص ۶۳ تا الخاتمہ (۵) نفحۃ العرب از ابتداء تا نبذۃ من ذکاوۃ العرب مکمل، بعدہ مشکوۃ الآثار مکمل (۶) القراءۃ الواضحۃ ثالث مکمل بعدہ تعلیم المتعلم مکمل۔

چهارم عربی: (۱) شرح وقایہ اول مکمل، دوم تا کتاب العتاق (۲) ترجمۂ قرآن کریم از سورہ یوسف تا سورۂ حجرات مکمل (۳) قطبی تا الفصل الثانی فی المختلطات (۴) تسہیل الاصول مکمل بعدہ اصول الشاشی مکمل (۵) دروس البلاغۃ مکمل بعدہ الفیۃ الحدیث ۔ تاریخ ملت حصہ بنوعباسیہ، علم مدنیت، جغرافیہ جزیرۃ العرب۔

سال پنجم عربی : ہدایہ اول مکمل، ترجمۂ قرآن کریم از ابتداء تا سورۂ ہود مکمل ، نورالانوار کتاب اللہ مکمل، مختصر المعانی الفن الاول مکمل، مقامات حریری ۱۵ مقامے ، سلم العلوم تا شرطیات بعدہ عقیدۃ الطحاوی مکمل، تاریخ سلاطین ہند (مطالعہ)۔

سال ششم عربی: جلالین شریف مکمل، ہدایہ ثانی از ابتداء تا ختم کتاب الایمان ،الفوز الکبیر مکمل بعدہ حسامی از کتاب السنۃ تا ختم کتاب ،مبادی الفلسفہ مکمل بعدہ میبذی (الفن الاول من القسم الثانی ما یعم الاجسام مکمل)،قصائد منتخبہ من المتنبی بعدہ دیوان حماسہ تا ختم باب الادب ،اصح السیر (مطالعہ)۔

سال هفتم عربی: مقدمہ مع شرح نخبۃ بعدہ مشکوۃ شریف ثلث اول تا باب زیارۃ القبور مکمل، مشکوۃ شریف ثلث ثانی از کتاب الزکوۃ تا باب تغطیۃ الاوانی مکمل، مشکوۃ شریف ثلث ثالث از کتاب اللباس تا ختم کتاب، ہدایہ ثالث از کتاب البیوع تا ختم کتاب الاقرار۔ہدایہ رابع از کتاب الشفعہ تا ختم ما یحدثہ الرجل فی الطریق من کتاب الدیات ،شرح عقائد مکمل بعدہ سراجی تا باب ذوی الارحام۔

دورۂ حدیث شریف: بخاری شریف مکمل، مسلم شریف اول از ابتداء تا کتاب الإیمان، دوم از ابتداء تا کتاب الجهاد، ترمذی شریف مکمل، ابوداؤد شریف اول کتاب الطهارۃ مکمل ص (۵۵) کتاب الزکاۃ مکمل ص (۲۴) دوم از ابتداء بقیۃ کتاب الجهاد ص (۲۷) کتاب الخراج

والفئی والامارۃ ص (۳۴) کتاب العتق ص (۵) کتاب الدیات مکمل ص (۱۴) ، نسائی شریف کتاب الصیام ص (۳۰) کتاب المناسک ص (۴۲) ، ابن ماجہ شریف از ابتداء تا ابواب الطہارۃ ص (۲۳) ، ابواب الأدب مکمل ص (۱۱) ، طحاوی شریف کتاب الصلوٰۃ تا باب الوتر ص (۹۸) ، شمائل ترمذی شریف مکمل، مؤطا امام مالکؒ از کتاب الأشربۃ تا ماجاء فی الحجامۃ و أجرۃ الحجام، مؤطا امام محمدؒ کتاب النکاح، کتاب الطلاق مکمل، کتاب الضحایا مکمل، تجوید و مشق۔

تکمیلات

تکمیل افتاء

سراجی (تمرین کے ساتھ) شرح عقود رسم المفتی، الاشباہ والنظائر (الفن الاول والثانی) قواعد الفقہ، تمرین فتاویٰ، مقدمہ درمختار کتاب النکاح کتاب الطلاق کتاب الوقف، مطالعہ شامی مع فتاویٰ رشیدیہ۔

تخصص فی الافتاء (سال اول)

(۱) **استیعابی مطالعہ:**

(۱) ملتقی الابحر (از ابتداء تا کتاب الوقف) (۲) الحیلتہ الناجزہ

(۲) **ابحاث کا خلاصہ:** (ششماہی امتحان تک)

(۱) بدائع الصنائع (کتاب الطہارۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب الزکاۃ)

(بعد ششماہی)

(۲) البحر الرائق (کتاب الصلاۃ، کتاب الأیمان، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیۃ)

(۳) **اصول فتوی نویسی:**

(۱) اصول الافتاء و آدابہ: مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

(۲) مقدمہ الدر المختار: علامہ حصکفیؒ

(۴) متداول کتب فتاوی کا تعارف و خصوصیات اور فقہ حنفی کی تاریخ و امتیازات

(معاون کتب)

(۱) ابو حنیفہ: حیاتہ و عصرہ۔ آراؤہ و فقہہ ابو زہرہؒ

(۲) فقہ اهل العراق وحديثهم: علامہ زاہد الکوثریؒ

(۳) الفوائد البهية: علامہ عبدالحی لکھنویؒ

(۵) **تمرین فتاویٰ:**

اختیاری مطالعہ: ۱۵۰ فتوے مع تخریج وعناوین

(۱) الجواهر المضيئة

(۲) الاشباہ والنظائر (فن ثانی وثالث)

(۳) امدادالفتاوی (جلد ثالث، مطبوعہ: زکریا دیوبند)

(۴) تاریخ التشریع الاسلامی: مناع القطان

تخصص فی الافتاء (سال دوم)

(۱) **استیعابی مطالعہ:**

(۱) (ملتقی الابحر (از: کتاب البیوع تا: آخر)

(۲) امدادالفتاوی (جلد سادس، مطبوعہ: زکریا دیوبند)

(۲) **ابحاث کا خلاصہ:**

(ششماہی امتحان تک)

(۱) ردالمحتار (کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الوقف، کتاب الاجارۃ)

(بعد ششماہی)

(۲) فتح القدیر (کتاب البیوع، کتاب المضاربۃ، کتاب الشرکۃ، کتاب الوصیۃ، کتاب الھبۃ)

(۳) **اصولِ شریعت و اصولِ فقہ:**

(۱) اصول سرخسی: علامہ سرخسیؒ

(۲) الموافقات: (جزء المقاصد) علامہ شاطبیؒ

(۴) **تمرین فتاویٰ:** ۱۵۰ فتوے مع تخریج وعناوین

(۵) **تفصیلی وتحقیقی فتوی یامضمون** (۵۰ صفحات)

اختیاری مطالعہ:

(۱) جواهر الفقه (مکمل) (۲) قضایا فقهیة معاصرة

(۳) بداية المجتهد (۴) مجلة الاحكام العدلية

مطالعۂ شامی

مکمل شامی کا مطالعہ

تخصص فی الحدیث (سال اول)

اصول الحدیث "مقدمۃ ابن صلاح"

التخریج: "اصول التخریج "للدکتور محمود الطحان (الباب الأول)، ثم تخریج أحادیث "جمع الفوائد" لمحمد بن سلیمان المالکی۔

أسماء الرجال: تعریف بکتب الرجال التالیۃ: (١) "التاریخ الکبیر "للبخاری۔ (٢) "الجرح والتعدیل "لابن أبی حاتم (٣) کتاب "الثقات" لابن حباب البستي۔ (۴) کتاب "المجروحین" لابن حبان۔ (۵) "تھذیب الکمال" للمزي۔ (٦) "تھذیب التھذیب " للحافظ ابن حجر العسقلانی۔ (٧) "تقریب التھذیب" للحافظ ابن حجر العسقلانی۔ (٨) "الکامل في الضعفاء" لا بن عدي۔ (٩) "میزان الاعتدال" للذھبی۔

الجرح والتعدیل: "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" للعلامۃ عبدالحي اللکنوي، مدارس الرواۃ (۳۷۵) ترجمۃ مفصلۃ للرواۃ في ضوء کتب الجرح والتعدیل۔

حفظ المتون: "حفظ ١٣٥ حدیثا في الأحکام مع الکلام علی الرواۃ المتکلم فیھم۔

تخصص فی الحدیث (سال دوم)

دراسۃ الأسانید: (١) الباب الثانی من "أصول التخریج ودراسۃ الأسانید" للطحان۔ (٢) "دراسۃ الحدیث الصحیح والحسن الخ"۔ (٣) دراسۃ تطبیق الأمثلۃ لأنواع الحدیث المختلفۃ" کلاھما للشیخ نعمت اللہ الأعظمي والشیخ عبداللہ المعروفي۔ (۴) "منھج دراسۃ الأسانید والحکم علیھا" للدکتور ولید بن حسن العاني رحمہ اللہ۔

دراسۃ المتون: (١) "الفوائد المھمۃ في دراسۃ المتون" للشیخ نعمت اللہ الأعظمي (٢) الأبواب المختارۃ من "إعلاء السنن" للتھانوي مع دراسۃ شاملۃ۔

دراسۃ الأسانید: التدریب علی دراسۃ الأسانید۔

حفظ المتون: حفظ ١٦٥ حدیثاً في الأحکام مع الکلام علی العلل والرواۃ المتکلم فیھم في الإسناد۔

کتابۃ بحث: إعداد بحث حول موضوع من موضوعات الحدیث الشریف لا یقل عن مائۃ صفحۃ۔

تکیمل الادب العربی

اسالیب الانشاء، المختارات العربیه (النثر الجدید)

دیوان الحماسه (باب الحماسة الادب)

سبعه معلقه: ۳۰/معلقات، تاریخ الادب العربی (زیات)۔

البلاغة الواضحه، انشاء العربی۔

تخصص فی الادب العربی

النثر القدیم: کتاب :"البخلاء" للجاحظ (رسالة سهل بن هارون، وقصة اهل البصرة من المسجدیین "رسائل الجاحظ" (رسالة کتمان السر)

النثر الجدید: "حیاتی" لاحمد أمین "رجال من التاریخ" للطنطاوی

حفظ النصوص: "مجموعة من النظم والنثر للحفظ والتسمیع" محمد شریف سلیم۔

الانشاء العربی: ترجمة من العربیة الی الاردیة والعکس الصحف العربیة المختارة۔

کتابة بحث: "کتابة البحث العلمی" لعبد الوهاب ابوسلیمان، اعداد بحث حول الموضوعات العلمیة او الادبیة او ترجمة علم من الاعلام، لایقل عن مئة صفحة۔

دروس مطالعه: "من نفحات الحرم" للطنطاوی "النظرات" للمنفلوطی کلیلة ودمنة لابن المقفع "نحو مذهب اسلامی فی الادب والنقد" لعبد الرحمن رافت باشا۔

تکمیل تفسیر

تفسیر ابن کثیر از سورۂ صٓفّت تا ختم فُصِّلتْ، تفسیر ابن کثیر سورۂ نجم سے سورۂ صف کے ختم تک، بیضاوی آل عمران مکمل، بیضاوی شریف سورۂ بقرہ ربع اول مکمل، مناهل العرفان (مباحث منتخبه)، مقدمه ابن الصلاح، سبیل الرشاد۔

تکمیل علوم

حجۃ اللہ البالغہ، مسامرہ، مسلم الثبوت مقدمه ابن الصلاح، بیضاوی سورۂ بقرہ ربع اول، الاشباہ والنظائر (کلیات فقهیه)، سبیل الرشاد۔

تجوید القرآن

حفص اردو سال اول

۱۔ جمال القرآن مکمل تا امتحان ششماہی۔

۲۔ تعلیم الاسلام دو حصّے تا امتحان ششماہی۔

۳۔ مشق قصار مفصل ترتیلاً (پارہ عم ربع آخر) (جلسہ میں قراءت کی طرح) بعدہ پارہ الم تدویراً (نماز کی طرح قراءت) تا امتحان ششماہی

بعد ششماہی

۱۔ جامع الوقف مکمل حفظ، تا امتحان سالانہ۔

۲۔ تعلیم الاسلام بقیہ دو حصّے، تا امتحان سالانہ۔

۳۔ مشق رکوعات مختلفہ ترتیلاً، باقی ماندہ سوا چار پارے (گویا ایک منزل مکمل ہونی ہے) حدراً۔

حفص اردو سال دوم

۱۔ فوائد مکیہ مکمل تا امتحان ششماہی۔

۲۔ ترجمہ مالابدمنہ نصف تا امتحان ششماہی۔

۳۔ از پارہ ۶ تا پارہ ۲۰ مشق حدراً تا امتحان ششماہی، مشق ترتیلاً مختلف رکوعات پارہ ۲۹ و ۳۰ تدویراً۔

بعد ششماہی

۱۔ معرفۃ الرسوم مکمل تا امتحان سالانہ۔

۲۔ باقی ماندہ ترجمہ مالابدمنہ۔

۳۔ مشق باقی ماندہ کلام اللہ شریف یعنی آخری دس پارے، حدراً۔ مشق رکوعات مختلفہ ترتیلاً، از حجرات تا پارہ ۲۸ ختم تدویراً۔

حفص عربی

۱۔ خلاصۃ البیان مکمل، تا امتحان ششماہی۔

۲۔ مشق پارہ الم تدویراً، رکوعات مختلفہ ترتیلاً۔

بعدششماہی

۱۔ مقدمۃ الجزریہ وتحفۃ الاطفال۔

۲۔ مشق ایک منزل حدراً، رکوعات مختلفہ ترتیلاً۔

قراءت سبعہ

۱۔ التیسیر، شاطبیہ تااصول ختم تاامتحان ششماہی

۲۔ مشق رکوعات مختلفہ فی الروایات المختلفہ ترتیلاً۔

بعدششماہی

۱۔ باقی ماندہ التیسیر وشاطبیہ اور، فروش تاختم کتاب، رائیہ۔

۲۔ اجراء القرآن مکمل فی القراءات السبعہ (اس کا امتحان صرف سالانہ ہوگا) (افراد، جمع وقفی ،جمع عطفی، جمع حرفی)

قراءت عشرہ

۱۔ الدرۃ المضیئہ ،الوجوہ المسفر ہ

۲۔ اجراء ثلاثہ مکمل

بعدششماہی

۱۔ طیبۃ النشر

۲۔ اجراء عشرہ

ہدایات برائے امتحان داخلہ

(۱) امتحان شروع ہونے سے قبل دو گھنٹے بجتے ہیں۔

(الف) پہلے گھنٹہ پر طلبہ امتحان ہال میں پہنچ کر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ جائیں۔

(ب) دوسرا گھنٹہ پورا ہونے کے بعد کسی بھی طالب علم کا امتحان ہال میں داخل ہونا ممنوع ہوگا۔

(ج) جن طلبہ کا جس روز امتحان نہ ہو وہ اس روز امتحان گاہ میں نہ آئیں۔

(۲) طلبۂ عزیز ضروریات بشریہ سے فارغ ہوکر آئیں۔ شروع کے پہلے اور آخری گھنٹہ میں

قضائے حاجت وغیرہ کیلئے اٹھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ البتہ دوسرے اور تیسرے گھنٹہ میں سخت مجبوری کی حالت میں اجازت ہوگی، مگر اپنے امتحان کے کمرہ کے معاون سے ٹکٹ لئے بغیر ہرگز نہ جائیں۔ اور امتحان ہال سے باہر نہ نکلیں، بیت الخلاء امتحان ہال ہی میں بنی ہوئی ہیں۔

(۳) سادہ کاغذ، اخبارات یا دیگر کاغذات نیز موبائل یا اسمارٹ واچ (گھڑی) ہمراہ لے کر امتحان گاہ میں نہ آئیں۔ اگر کوئی طالب علم موبائل یا اسمارٹ واچ (گھڑی) کے ساتھ امتحان گاہ میں پکڑا گیا تو اس دن کا امتحان سوخت کر دیا جائے گا، اور اس کتاب کے نمبر صفر شمار ہوں گے۔

(۴) امتحان میں شرکت کیلئے شرعی وضع قطع کا ہونا لازمی ہے، اگر کوئی طالب علم مقطوع اللحیہ ہوگا تو امتحان ہال سے اٹھا دیا جائے گا۔

(۵) پرچۂ سوالات پر ہرگز کچھ نہ لکھیں، ایسی صورت میں نقل کرانا تسلیم کرتے ہوئے امتحان سوخت کر دیا جائے گا۔

(۶) کاپی کا کوئی ورق ہرگز نہ پھاڑیں، اور کاپی کے اندر اپنا نام یا فارم نمبر نہ لکھیں اور نہ کوئی ایسی علامت بنائیں جس سے کاپی پہچان میں آسکے۔ اس صورت میں اس پرچے کے نمبر صفر شمار کئے جائیں گے۔

(۷) امتحان میں شرکت کرنے والے طلبہ کو ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنی کاپی کو دوسروں کی نگاہ سے بچا کر اس طرح لکھیں کہ کوئی طالب علم اس کی نقل نہ کر سکے، اگر ایسا پایا گیا تو نقل کرنے والے اور جس کی نقل کی جا رہی ہے، دونوں کا امتحان سوخت کر دیا جائے گا، اور آئندہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۸) امتحان ہال میں اجازت نامہ لے کر آنا ضروری ہوگا ورنہ امتحان گاہ سے اٹھایا بھی جا سکتا ہے۔

(۹) واضح ہو کہ امتحان گاہ جدید (شیخ الہند) لائبریری کا تہہ خانہ ہے۔

(۱۰) امتحان ہال میں امتحان دینے کے لیے جو سیٹ آپ کے لیے متعین کی گئی ہے، اسی پر بیٹھنا ضروری ہے، اپنے اختیار سے سیٹ ہرگز نہ بدلیں، عدم تعمیل کی صورت میں آپ کو امتحان گاہ سے اٹھا دیا جائے گا۔

(۱۱) امتحان کے دوران باتیں اور کسی بھی طرح کا شور وغُل ہرگز نہ کریں، ورنہ آپ دارالعلوم میں امتحان دینے سے محروم بھی قرار دیے جا سکتے ہیں۔

تاریخ اوردن	برائے اول عربی	برائے دوم عربی	برائے سوم عربی	برائے چہارم عربی	برائے پنجم عربی	برائے ششم عربی	برائے ہفتم عربی	برائے دورہ
۱۶رشوال ۱۴۴۶ھ ۱۵راپریل ۲۰۲۵ء سہ شنبہ						سلم العلوم مع مقامات حریری	جلالین شریف	
۱۷رشوال ۱۴۴۶ھ ۱۶راپریل ۲۰۲۵ء چہارشنبہ								ہدایہ آخرین مع سراجی
۱۸رشوال ۱۴۴۶ھ ۱۷راپریل ۲۰۲۵ء پنجشنبہ								مشکوۃ شریف

نوٹ:-اول عربی تا برائے دورۂ حدیث کا پہلا پرچہ موقوف علیہ ہوگا، اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی بقیہ کتابوں کا امتحان ہوگا۔ نیز امتحان میں شرکت کے لئے اجازت نامہ لازمی ہے اسکے بغیر امتحان دینے کے مجاز نہیں ہونگے۔

حفص اردو:-۱۹رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۸راپریل ۲۰۲۵ء بروز جمعہ صبح آٹھ بجے حساب کا تحریری امتحان (زیر تعمیر) جدید لائبریری میں ہوگا۔ اوران شاء اللہ ۲۳رشوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲راپریل ۲۰۲۵ء بروز سہ شنبہ صبح آٹھ بجے سے حفظ قرآن مع اردو کی پہلی ودوسری کتاب از مولوی محمد اسماعیل کا تقریری امتحان جدید لائبریری میں ہوگا۔

نقشہ امتحان داخلہ (تحریری) برائے ۴۷-۱۴۴۶ھ

تاریخ اور دن	برائے اول عربی	برائے دوم عربی	برائے سوم عربی	برائے چہارم عربی	برائے پنجم عربی	برائے ششم عربی	برائے ہفتم عربی	برائے دورہ
۸؍شوال ۱۴۴۶ھ ۷؍اپریل ۲۰۲۵ء دوشنبہ	گلستاں علاوہ باب پنجم	شرح مأتہ عامل	ہدایۃ النحو	قدوری از کتاب البیوع تا ختم مع ترجمۂ قرآن از سورۂ ق تا آخر قرآن				
۹؍شوال ۱۴۴۶ھ ۸؍اپریل ۲۰۲۵ء سہ شنبہ					ترجمۂ قرآن از سورۂ یوسف تا سورۂ ق مع دروس البلاغۃ	ہدایہ اول مکمل	ہدایہ ثانی مع حسامی	
۱۰؍شوال ۱۴۴۶ھ ۹؍اپریل ۲۰۲۵ء چہارشنبہ								شرح عقائد مع شرح نخبۃ الفکر
۱۳؍شوال ۱۴۴۶ھ ۱۲؍اپریل ۲۰۲۵ء شنبہ	حساب (جمع، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم)			کافیہ	شرح وقایہ اول، دوم تا کتاب العتاق			
۱۴؍شوال ۱۴۴۶ھ ۱۳؍اپریل ۲۰۲۵ء یکشنبہ			نفحۃ الادب مع نور الایضاح	شرح تہذیب مع نفحۃ العرب	اصول الشاشی مع قطبی			
۱۵؍شوال ۱۴۴۶ھ ۱۴؍اپریل ۲۰۲۵ء دوشنبہ						مختصر المعانی مع نور الانوار	میبذی مع قصائد متنبی	

نقشہ امتحانات داخلہ (تقریری) برائے ۱۴۴۶–۴۷ھ

درجات	تاریخ	ممتحنہ کتب
اول عربی برائے دوم عربی	۱۱، ۱۲؍شوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۰، ۱۱؍اپریل ۲۰۲۵ء پنجشنبہ، جمعہ	میزان منشعب، پنج گنج تا خاصیات ابواب، نحو میر تا ختم مستثنیٰ، القراءۃ الواضحہ حصہ اول، مفتاح العربیہ
دوم عربی برائے سوم عربی	۱۱، ۱۲؍شوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۰، ۱۱؍اپریل ۲۰۲۵ء پنجشنبہ، جمعہ	فصول اکبری (خاصیات ابواب)، علم الصیغہ، مرقات، قدوری تا ختم کتاب الحج، القراءۃ الواضحہ حصہ دوم